ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ (الازہری) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایام اسیری کی تقاریر

ابرِ کرم

گل محمد فیضی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com

16

Marfat.com

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز

کی ایام اسیری کی تقاریر

ابر کرم

ترتیب

گل محمد فیضی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

2005

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	ابر کرم
مرتبہ	گل محمد فیضی
اشاعت	مارچ 2005ء
تعداد	ایک ہزار
مطبع	اوریلیا پرنٹرز، لاہور
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z319
قیمت	-/39 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون:7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون:7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

84330

Marfat.com

فہرست

انتساب	7
حرف اول	8
تعارف:۔ مفکر اسلام جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری	14
پہلی تقریر: جہاد	22
دوسری تقریر: ایفائے عہد	26
تیسری تقریر: توبہ اور پاکیزگی	31
چوتھی تقریر: دل کی غفلت	36
پانچویں تقریر: لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی فضیلت	40
چھٹی تقریر: نماز مومن کی معراج ہے	43
ساتویں تقریر: بہترین امت (خیر الامم)	47
آٹھویں تقریر: اصحاب فیل	54
نویں تقریر: ذکر الٰہی سے اعراض	58
دسویں تقریر: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان	63
گیارہویں تقریر: مومن کی شان	68
بارہویں تقریر: مسلمان کی پہچان	72
تیرہویں تقریر: حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کی دعا	76
چودھویں تقریر: اللہ پر توکل	82

Marfat.com

پندرہویں تقریر: اللہ کا پسندیدہ دین اسلام	87
سولہویں تقریر: آسان اور مشکل امور سے کیا مراد ہے	91
سترہویں تقریر: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی فضیلت	95
اٹھارہویں تقریر: شہادت کی فضیلت	102

Marfat.com

انتساب

ملت اسلامیہ کے ہر اُس فرد کے نام

جس نے مقامِ مصطفٰے ﷺ کے تحفظ اور نظامِ

مصطفٰے ﷺ کے نفاذ کے لیے ماضی میں کسی بھی

قسم کی قُربانی دی۔

اَب دے رہا ہے

یا مستقبل میں دے گا۔

بہ مصطفٰے ﷺ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ اُو نہ رسیدی، تمام بولہبی است

(اقبالؒ)

Marfat.com

حرفِ اوّل

مارچ 1977ء میں انتخابات کے نام پر بھٹو حکومت نے جو ڈرامہ کھیلا اور پاکستان کے غیّور عوام کے ساتھ جو سنگین مذاق کیا تھا اس نے عوام کو غیظ و غضب سے دیوانہ کر دیا۔ حکومت نے عوام کے ردِّ عمل کو روکنے کے لیے ملک بھر میں دفعہ 144 نافذ کر دی۔ اور ہر قسم کے جلسے اور جلوس خلافِ قانون قرار دے دیئے گئے۔

پاکستان قومی اتحاد کے قائدین کی بصیرت افروز اور ولولہ انگیز قیادت نے مشتعل جذبات کو قطعاً بے قابو نہ ہونے دیا اور نہ ہی ان جذبات سے کوئی غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ قومی اتّحاد نے ہدایات جاری کیں کہ اس کے کارکن دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جلسے اور جلوسوں کا اہتمام کریں اور چھ کارکن باقاعدگی سے رضا کارانہ اپنی گرفتاریاں پیش کریں۔ ان ہدایات پر عوام نے پوری طرح عمل کرنا شروع کر دیا۔ وہ دیوانہ وار سراپا احتجاج گلیوں اور بازاروں میں نکل آئے۔ اور نام نہاد وزیرِ اعظم کے استعفیٰ، جعلی اسمبلیاں توڑ کر فوج اور عدلیہ کی زیرِ نگرانی نئے سرے سے آزادانہ اور منصفانہ انتخاب کرانے کا مطالبہ شدّت پکڑتا گیا۔ خیبر سے کیماڑی تک ملک کا بچہ بچہ ان مطالبات پر چٹان کی طرح ڈٹ گیا۔ حکمرانوں نے عوام کا یہ جوش جنون دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے، ذہنی توازن بگڑنے لگا، اور ان کے اقتدار کی نیّا ڈولنے لگی۔ انہوں نے پاگل پن کی اسی کیفیت میں یہ نادر شاہی حکم جاری کیا کہ آئندہ جو بھی دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرے گا اُسے دیکھتے ہی گولی مار دی جائے گی۔ ریڈیو پر اس اعلان کو بار بار نشر کیا گیا، تاکہ عوام پر خوف و ہراس مسلط کر کے انہیں دفعہ 144 کی خلاف ورزی سے باز رکھا جا سکے۔ لیکن عوام کے سیلِ بے پناہ کے سامنے سارے احکام تنکے کی طرح بہنے لگے۔ ملک کی سڑکیں اور گلیاں عوام کے خون سے لالہ زار بنتی رہیں۔ لیکن اقتدار کے نشہ میں بدمست حکمران بھول بھلیو

Marfat.com

میں مصروف رہے۔

مفکرِ اسلام ضیاء الامّت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب جنہوں نے حکمرانوں کو قدم قدم پر ان کی غلطیوں پر ٹوکا اور حقائق سے مسلسل آگاہ کیا۔ جن کے دل میں عشقِ مصطفٰے ﷺ کی نورانی شمع فروزاں ہے جو محبوب حجازی ﷺ کے قدموں پر اپنا سب کچھ قربان کر دینا ہی زندگی کا مقصدِ وحید سمجھتے تھے۔ اپنے آقا کی غلامی ہی جن کی زندگی کا حاصل ہے۔ جن کے پورے خاندان نے تحریکِ پاکستان میں رات دن اسی لیے کام کیا تھا کہ ایک ایسا خطّہ زمین حاصل ہو جائے جہاں نظامِ مصطفٰے ﷺ کا پرچم لہرائے۔ جو ہمیشہ سے اسلام کے حیات بخش نظام کے نفاذ کے لیے برسرِ پیکار ہیں۔ جو حق وصداقت کا پیکر اور جرأت وعزیمت کا مجسمہ ہیں۔ اسلاف کی ایثار وقربانی کا نمونہ اور اسلام کی عزت وناموس پر نچھاور ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار اور مضطرب! اس موقع پر کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟ جب پوری قوم ایک ظالم وجابر حکمران کے خلاف جنگ لڑ رہی تھی۔ جب عوام لادینی نظریات کے خلاف سینہ تانے گولیاں کھا رہے تھے۔

چنانچہ یکم اپریل 1977ء کو آپ نے قومی اتحاد کے فیصلہ کے مطابق اپنے رفقاء محترم میاں افتخار احمد لاہوری صاحب، محترم خان بیگ صاحب، محترم صُوفی عبدالقادر صاحب، محترم حاجی رحیم بخش صاحب اور راقم الحروف سمیت گرفتاری پیش کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان صرف ایک روز قبل کیا گیا۔ یکم اپریل کو عوام کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ سیالکوٹ، لاہور، واہ کینٹ، سرگودھا سے عموماً اور علاقہ بھر سے خصوصاً عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھیرہ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ درخشاں چہرے جن سے عزم ویقین مترشح، آنکھوں میں جذبات واحساسات کی چمک اور فرطِ جذبات سے آنسو رواں، حق کے لیے قربان ہونے کا جذبہ اور کفر کو ملیامیٹ کر دینے کی خواہش لیے مجاہدین نے نمازِ جمعہ حضرت قبلہ پیر صاحب مدظلّہٗ کے ساتھ پڑھی۔

نماز جمعہ کے بعد حضرت ضیاء الامّت نے ملکی حالات، اس کے پسِ منظر اور پیشِ منظر

Marfat.com

پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ دل سے نکلے ہوئے یہ الفاظ سامعین کے قلب وجگر میں پیوست ہوتے گئے۔ ہر سامع بے قرار تھا، مضطرب تھا، تقریر کے بعد حضرت ضیاء الامّت کی طرف سے ایک مطبوعہ بیان حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔

بیان کی تقسیم کے بعد حضرت ضیاء الامّت اپنے رفقاء کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ عوام فرطِ عقیدت سے آپ کی طرف بڑھے۔ کوئی ہاتھ مِلا رہا ہے، کوئی دست بوسی کر رہا ہے تو کوئی اس قافلہ تسلیم ورضا کی قسمت پر رشک کرتا ہوا دُعا کے لیے التجائیں کر رہا ہے۔ اس وقت جو منظر تھا، اسے بیان کرنے کی تاب نہیں۔

تھوڑی دیر بعد جامع مسجد آستانہ عالیہ قبلہ پیر امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عظیم الشان اور پُر وقار جلوس قبلہ پیر صاحب مدظلہٗ کی سرکردگی میں تین بجے رواں ہوا۔ گلیوں اور بازاروں میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ حدِ نظر تک انسان ہی انسان تھے، جو

''ہماری جان ہماری آن گنبدِ خضریٰ پر قربان
نامنظور نامنظور بھٹو شاہی نامنظور
غلام ہیں غلام ہیں رسول ﷺ کے غلام ہیں!
توڑ دو توڑ دو جعلی اسمبلی توڑ دو
ہم عظمت رسول ﷺ کے پاسباں ہیں پاسباں''

کے فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے، جلوس چک والا دروازہ جا کر ختم ہونا تھا۔ ابھی جلوس نے آدھے سے بھی کم فاصلہ طے کیا تھا کہ پولیس نے راستہ روک لیا۔ اور گرفتاریاں پیش کرنے والے افراد کو بس میں سوار ہونے کو کہا۔ مگر جوش وخروش کے اس بحرِ بے کراں کے سامنے سارے انتظامات معطّل ہو گئے اور بس آگے چلی گئی۔ مکانوں کی چھتوں پر سے عورتیں اور بچے فرطِ جذبات سے گل پاشی کر رہے تھے۔ ایک جگہ پر پھر پولیس نے جلوس ختم کرنے کی اپیل کی لیکن یہ اپیل بھی غیر مؤثر ہو گئی۔ ڈیوٹی مجسٹریٹ بھی ہمراہ تھے۔ ان کے سارے منصوبے ناکام ہو گئے تو وہ خود دروازہ چک والا چلے گئے۔ جلوس بھی رواں دواں

Marfat.com

دروازے چک والا پہنچ گیا۔ حضرت ضیاء الامت مدظلہ نے یہاں شرکاء سے پھر خطاب کیا۔ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ عزم وہمت کے ساتھ جاری رکھنے کی تاکید کی۔ اور فرمایا "جو میرے مریدین یا متعلقین میں سے ہو وہ گرفتاری پیش کر کے جیل کے اندر مجھے آکر ملے۔ سلاخوں کے باہر ملاقات کے لیے بے شک کوئی نہ آئے۔"

اس کے ساتھ ہی آپ نے آنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور اپنے رفقاء سمیت بس میں سوار ہو گئے۔ عوام نے بس کو گھیر لیا۔ تھوڑی دیر پولیس اور عوام میں آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ پولیس پروانوں کے ہجوم سے بس نہ نکال سکی تو عوام کے محبوب قائد حضرت ضیاء الامت مدظلہ نے آگے بڑھ کر راستہ چھوڑ دینے کے لیے کہا اور اس طرح حضرتِ قبلہ پیر صاحب ہزاروں افراد کو اشک بار چھوڑ کر ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا میں دیگر اسیروں سے جا ملے۔

جیل میں شب وروز کیسے گزرے؟ یہ ایک الگ داستان ہے۔ اس وقت سننے کی نہ سنانے کی! پھر کبھی سہی!

جیل میں احباب کے اصرارِ پیہم پر آپ نے نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن وحدیث کا سلسلہ شروع فرمایا۔ یہ خطاب پندرہ بیس منٹ کا ہوتا تھا۔ پہلی تقریر کے ساتھ ہی مجھے یہ احساس ستانے لگا کہ کاش یہ گنج ہائے گراں مایہ محفوظ ہو جاتا۔ لیکن ہمارے لیے جیل میں کاغذ اور قلم رکھنا ایک سنگین جرم تھا۔ جیسے بھی ہوا اس کا انتظام کر لیا گیا۔ اور اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

یہ تمام تقاریر خطاب کے دوران نوٹ کی گئی ہیں۔ مقرر کے ساتھ ساتھ اُس کی تقریر کو من وعن نوٹ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ پھر ایسے وقت میں جب جیل کی چار دیواری میں لکھنا ایک جُرم بھی ہو۔ پکڑے جانے کا اندیشہ رفتار کو ویسے بھی متاثر کر دیتا ہے۔ مجھے اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

تقریر اور تحریر کے انداز میں فرق ہوتا ہے۔ اگر تقریر کو مقالہ بنا کر پیش کر دیا جائے تو شاید وہ زیادہ جامع ہو جائے لیکن میرے خیال میں تقریر کا اپنا انداز ہی سب سے نرالا اور

Marfat.com

دل پذیر ہوتا ہے جس میں بعض اوقات مکرّرات قندِ مکرّر کا مزا دیتے ہیں۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر پیشِ نظر رکھا ہے کہ تقریر کا اپنا انداز برقرار رہے۔ مجھے اُمید ہے کہ مطالعہ کرتے وقت یہ بات پیشِ نظر رہے گی۔

جیل سے رہائی کے بعد میں نے مسوّدہ صاف کر کے لکھا۔ قبلہ پیر صاحب مدظلہٗ اپنی بے پناہ مصروفیات کی بنا پر اس پر نظرِ ثانی نہ فرما سکے۔ اور یہ کام میرے خصوصی مہربان جناب پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب ایم۔ اے نے سرانجام دیا جس کے لیے میں اُن کا بے حد ممنون ہوں۔

حضرت ضیاء الامت مدظلہ نے یکم اپریل 1977ء کو اپنے رفقاء سمیت گرفتاری پیش کی۔ 14 اپریل 1977ء کو پہلی تاریخ پیشی پر ہی آپ کو ساتھیوں سمیت مجسٹریٹ بھلوال نے چار ماہ قید بامشقّت کا حکم سنایا۔ جسے بعدہ سیشن جج صاحب سرگودھا نے کالعدم قرار دے دیا۔ اس طرح آپ 37 روز جیل میں رہے۔ چودہ روز ناسازیٔ طبع کی وجہ سے خطاب نہ فرما سکے۔ اور تین چار تقاریر میں نوٹ نہ کر سکا۔ بقیہ 18 تقاریر کا مجموعہ پیشِ خدمت ہے۔

اسلام اور اسلامی معاشرت کے مختلف پہلوؤں پر یہ مختصر تقاریر ایک گرانقدر سرمایہ ہیں۔ اِن میں آبشاروں کا ترنّم، شبنم کی پاکیزگی، پھولوں کی شگفتگی اور بہاروں کی دلکشی پائی جاتی ہے۔ آنکھوں کے راستے دل میں اُتر جانے والا رُوح پرور پیغام جو ایک مردِ مومن کی زبانِ اقدس سے نکلا ہے، آپ کے دل کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دے گا۔

اگر آپ کو کہیں کوئی خامی نظر آئے تو اسے میری کم مائیگی اور مجبوری سمجھیں اور اپنی قیمتی آراء سے مجھے آگاہ فرماتے رہیں۔

آخر میں میں شکریہ ادا کرتا ہوں مجاہد ختم نبوت صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب بھیرہ شریف، حکیم ملت حضرت جناب محمد موسیٰ صاحب امرتسری لاہور، علاّمہ محمد مختار احمد ضیاء، مولانا افتخار علی چشتی فاضل بھیرہ شریف، مولانا عبدالرسول ارشد لاہور، ملک محمد

Marfat.com

رمضان انجم ڈھل شریف کا جن کے خلوص وتعاون، حوصلہ افزائی اور قیمتی مشوروں سے یہ کام اتنی جلدی پایہ تکمیل کو پہنچا۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کے طفیل اس کاوش کو منظور ومقبول فرمائے اور ہم سب کے لیے مفید۔آمین۔

مخلص

گل محمد فیضی

الکرم، ڈھل شریف، ضلع سرگودھا

26۔ذی قعدہ 1397ھ

9۔نومبر 1977ء

Marfat.com

تعارف

مفکرِ اسلام۔ضیاء الامت

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب مدظلہ

آفتاب سے زیادہ روشن چہرہ۔جس کی چمک سے ظلمتیں دُور اور اندھیرے کافور ہو جاتے ہیں۔سوچ میں ڈوبی ہوئی حسین آنکھیں جس کی ہیبت کے سامنے لوگوں کی آنکھیں جھکی رہتی ہیں۔موسلا دھار بارش کی طرح فیض رساں،نرم خو،خوش خُلق،خوش مزاج،جن کا قرب نجات دینے والا اور پناہ دینے والا ہے۔یہ ہیں حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب مدظلہ۔

''پیر صاحب ہمارے ملک کے اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو بیک وقت ایک عالمِ دین،صاحبِ علم،صحافی اور سیاستدان کے رُوپ میں انسانیت کی بھلائی کے لیے موجود رہتے ہیں۔''(1)

خاندان

آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث العالمین شیخ الاسلام بہاء الحق والدین ابو محمد زکریا ملتانی سے جاملتا ہے۔سلسلہ نسب یہ ہے،حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب بن حضرت پیر محمد شاہ صاحب بن حضرت پیر امیر شاہ صاحب بن حضرت پیر شاہ صاحب بن حضرت شمس الدین شاہ بن حضرت عبداللہ شاہ صاحب بن حضرت محمد غوث صاحب بن غلام محمد حسین صاحب بن شیخ محمد بن شیخ محمود بن شیخ احمد بن شیخ نظام الدین بن شیخ شمس الدین لاہوری بن شیخ صدر الدین بادشاہ بن شیخ بن شہر اللہ صاحب سجادہ بن شیخ یوسف بن شیخ عماد الدین بن شیخ رکن الدین سمرقندی بن شیخ صدر الدین حاجی بن شیخ اسمٰعیل بن شیخ الاسلام حضرت مولانا صدر الدین عارف باللہ فرزندِ اکبر وخلیفہ الشیخ الکبیر المنیر غوث العالمین شیخ الاسلام بہاء الدین

1۔افریشیا۔ہفت روزہ،شمارہ 7 اکتوبر 1977ء

Marfat.com

زکریا الہاشمی الاسدی السہر وردی ملتانی قدس سرہ العزیز، رحمہم اللہ اجمعین۔

آپ کے خاندان کے ایک باکمال فرد حضرت دیوان پیر فتح شاہ صاحب اپنے خاندان کے ساتھ تقریباً تین صدیاں پہلے لاہور سے بھیرہ منتقل ہوئے۔ اس خانوادہ غوثیت کی عزت وشہرت کو چار چاند لگانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت پیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرزند ارجمند عطا فرمایا جو امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ صاحب کے نام نامی سے معروف ہوئے۔ آپ قطب العارفین، شمس الحق والدین خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور خلعتِ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ آپ نے ساری زندگی خلق خدا کی اصلاح اور مریدین کے تزکیہ نفس اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کا شوق دلانے میں بسر کی۔ نوے سال کی عمر میں بروز سہ شنبہ 10 جمادی الثانی 1346ھ کو دارِ فانی سے عالمِ باقی کی طرف رختِ سفر باندھا۔

آپ کے صاحبزادے امیرِ جند اللہ، غازیِ اسلام، حضرت پیر حافظ محمد شاہ تقریباً 1890ء میں بھیرہ ضلع سرگودھا میں رونق افزائے دارِ دُنیا ہوئے۔ والد گرامی نے آپ کی تربیت بڑی توجہ سے فرمائی اور مناسب وقت پر حضرت خواجہ مولانا ضیاء الملّت والدین محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرا دیا۔ حضرت خواجہ نے مختلف ریاضتیں کرانے کے بعد آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

مفکر اسلام حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب آپ ہی کے صاحبزادے ہیں اور رُشد وہدایت تبلیغِ اسلام کا وہ چراغ جو آپ کے آباء واَجداد نے فروزاں کیا اُسے خونِ ناب اور سوزِ جگر سے روشن کیے ہوئے ہیں۔

ولادت وتربیت

آپ نسباً ہاشمی قریشی مشرباً چشتی نظامی اور مسلکاً حنفی ہیں۔ 21 رمضان المبارک 1336ھ مطابق یکم جولائی 1918ء بروز دوشنبہ بوقت شب بھیرہ شریف میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کی تربیت ایسی خصوصی توجہ سے

Marfat.com

فرمائی کہ رشکِ مہر و ماہ بنا دیا۔

تعلیم

والد گرامیؒ نے آپ کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دینی علوم کی تکمیل کے لیے اپنے قائم کردہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں اپنے دَور کے چوٹی کے فضلاء کو مدعو کیا۔ علومِ عقلیہ کی تعلیم کے لیے امام المناطقہ مولانا محمد دین بدھوی (ضلع کیمبل پور) فقہ، تفسیر، اَدب، عروض اور ریاضی وغیرہ عُلوم کے لیے قدوۃ الفضلاء مولانا غلام محمود قدس سرہٗ (پپلاں ضلع میانوالی) کو مقرر کیا۔ دورۂ حدیث کے لیے آپ صدرالافاضل قائدِ اہلسنّت مولانا سید محمد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں 1942ء میں جامعہ نعیمیہ مُرادآباد گئے۔ جامعہ نعیمیہ مُرادآباد میں اپنے ایک سالہ قیام کے دوران میں آپ نے اپنی لیاقت وقابلیت کے اَن مِٹ نقوش حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے قلب وذہن پر نقش کیئے۔ آپ کو دستارِ فضیلت حضرت دیوان صاحب آلِ رسول ﷺ اجمیری نے بندھائی۔ اس موقع پر حضرت صدرالافاضل نے فرمایا ''میں آج مطمئن ہوں کہ میرے پاس جو امانت تھی وہ میں نے موزوں فرد تک پہنچادی۔''

بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی سے 1945ء میں بی۔اے کیا۔ مزید تعلیم کے لیے آپ 1951ء میں جامعہ الازہر مصر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے تین سال قیام کیا۔ آخری امتحان میں پورے جامعہ الازہر میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اور ''کلیۃ الشرعیۃ الاسلامیہ'' (قانونِ اسلامی) کی سب سے بڑی ڈگری لے کر واپس تشریف لائے۔

بیعت

ابتدائی تربیت آپ کے والد ماجد نے خود بڑی توجہ سے فرمائی۔ اپنی زیرِ نگرانی علم وعرفان اور سلوک ومعرفت کی مختلف منازل طے کرانے کے بعد مصر جانے سے قبل ہی حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سے بیعت کرادیا۔ حضور پیر سیال نے باطنی فیوض وبرکات سے مالا مال کر کے اجازت وخلافت سے نوازا۔ آپ کو اپنے پیر ومُرشد سے

Marfat.com

حد درجہ عقیدت ومحبت ہے۔کئی تشنگانِ رُوحانیت نے آپ سے بیعت کی خواہش کا اظہار کیا لیکن آپ نے انہیں اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوکر شرفِ بیعت حاصل کرنے کی تلقین کی۔

تاندلیانوالہ سے غفوراحمد شاہین صاحب کوایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''میری رائے یہ ہے کہ آپ سیال شریف حاضر ہوکر فوراً بیعت کرلیں۔میری نظروں میں تو اِس وقت حضرت سیالوی سے بہتر کوئی نہیں۔'' (مکتُوب محررہ 8-6-1975)

ایک اور خط میں آپ حافظ غلام رسول چشتی صاحب کو لکھتے ہیں:

''میں سیال شریف کے خاک کے ذرّوں کو اپنا سُرمہ بصیرت تصور کرتا ہوں۔ اور وہاں کی غلامی پر ناز کرتا ہوں۔اگر آپ نے وہاں رشتہ عقیدت جوڑا ہے تو یہ چیز میرے لیے باعثِ مسّرت ہے۔'' (مکتوب محرّرہ 11-11-75)

اس وقت آپ کے مُریدین ومعتقدین اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک کثیر تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔اور جہاں بھی ہیں دین ومذہب کی عظیم خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مصروفیات

دُنیا میں اپنے لیے زندہ رہنے والوں کا حدوشمار نہیں لیکن وہ مقدس ومحترم نفوس بہت ہی کم ہیں جو اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب مکرم ﷺ کی رضا اور خوشنودی کے لیے وقف کردیتے ہیں۔حضرت ضیاء الامت مدظلہٗ کی ذاتِ گرامی اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ آپ کا ہر سانس اپنے مقصد کی ترویج واشاعت کے لیے صرف ہورہا ہے۔ مقصد کیا ہے۔فرماتے ہیں:۔

''میری زندگی کی مقدس آرزو یہ ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان کے صرف عائلی قوانین ہی نہیں بلکہ اِس کے تمام قوانین فوجی، دیوانی، اقتصادی سب کے سب کتاب وسُنّت کے عین مطابق ہوں اور مجھے میری یہ آرزُو اپنی زندگی سے بھی

Marfat.com

عزیز تر ہے۔"(1)

زندگی میں اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے ذرا آپ کی بے قراری کا تصور فرمائیں ڈاکٹر محمد اعظم صاحب (انگلینڈ) کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"زندگی کا لطف اسی مین ہے۔ جو زندگی مقصد سے خالی ہو یا جس زندگی میں مقصد تک پہنچنے کی بے تاب آرزوئیں مچل نہ رہی ہوں وہ زندگی بندۂ مومن کی نہیں ہوسکتی۔"

آپ نے ہمیشہ اس بات کی تلقین کی ہے کہ زندگی کا کوئی لمحہ بھی بیکار نہیں گزرنا چاہیے اور ہر لمحہ دین حق کی تبلیغ واشاعت میں گزرنا چاہیے۔ اس مقصد کی ترویج کے لیے آپ نے جامعہ ازہر مصر سے واپسی پر اپنے والد گرامی کے قائم کردہ دارالعلوم "محمدیہ غوثیہ" کو نئی بنیادوں پر استوار کیا۔ اور اسے جدید وقدیم عُلوم کا حسین امتزاج بنا دیا۔ جہاں طلباء کو فاضل عربی کے ساتھ معاشیات، سیاسیات، اور انگریزی کے ساتھ بی۔ اے بھی کرایا جاتا ہے۔ تاکہ یہاں کے فارغ التحصیل علماء حالاتِ حاضرہ پر مکمل عبور رکھتے ہوں۔ اور بقول آپ کے "اُن کی دونوں آنکھیں بینا ہوں۔"

اس شجر طیبہ کی آبیاری آپ بڑی ہی محنت وریاضت سے فرما رہے ہیں۔ جب جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی بنیاد رکھی گئی تو اس کو چلانے کے لیے آپ کو پیشکش کی گئی۔ لیکن آپ نے صاف انکار فرما دیا۔

مورخِ اسلام مولانا نور احمد فریدی صاحب راقم الحروف کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"اِن ایام میں محکمہ اوقاف نے بہاولپور میں جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ میں نے محکمہ اوقاف کو لکھا کہ اِس جامعہ کو چلانے کے لیے بہترین شخص پیر محمد کرم شاہ صاحب ہی ہو سکتے ہیں۔ مجھے جواب ملا کہ ہم نے ان کا تعاون حاصل کرنے

1۔ مکتوب بنام میاں محمد اسلم صاحب سیالکوٹ۔ مورخہ 27-3-68

Marfat.com

کی کوشش کی تھی، مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو دارالعلوم میرے والد بزرگوار مرحوم نے قائم کیا ہے اس کا مجھ پر زیادہ حق ہے۔ میں اس کا انتظام سنبھالوں گا۔''(1)

چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اپنی ساری توجہات اپنے دارالعلوم پر مرکوز کر دیں اور مختصر وقت میں اسے اَوجِ ثریا تک پہنچا دیا۔

غالباً دو سال قبل کا واقعہ ہے۔ دفتر ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور میں چند علماء آپ کو ملے اور حکومت کی طرف سے شاہی مسجد کی خطابت کی پیشکش کی۔ لیکن آپ نے اپنی مصروفیات کی بنا پر معذوری ظاہر کر دی۔ نیز فرمایا یہاں آ کر میں شاید حق کا اظہار صحیح انداز میں نہ کر سکوں۔ اس لیے میں یہ منصب قبول نہیں کر سکتا۔

مختصر یہ کہ اس مردِ مجاہد کی زندگی کا ایک ایک لمحہ جہاد میں بسر ہو رہا ہے۔ آپ اپنے مریدین اور متعلقین کو خدمت دین کی نصیحت فرماتے ہیں۔ اور خود ''میر کارواں'' کی حیثیت سے صفِ اوّل میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔

جو شخص صبح سے نمازِ ظہر تک دارالعلوم میں دیگر اساتذہ کی طرح سارے پیریڈ خود بھی پڑھاتا ہو۔ تفسیر ''ضیاء القرآن'' کا کام بھی کرتا ہو۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' کی ادارت کے فرائض بھی انجام دے رہا ہو۔ اپنی نجی مصروفیات کے لیے بھی وقت نکالتا ہو۔ مریدین کے ساتھ بھی وقت صرف کرتا ہو۔ اور سیاست کے میدان میں بھی ایک مجاہد کی طرح پسِ دیوار زنداں تک جانے کے لیے تیار ہو۔ اُس کی عظمت و رفعت کا آپ خود اندازہ فرما سکتے ہیں۔

الغرض پیر محمد کرم شاہ ایک شخصیّت ایک ذات کا نام نہیں۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ ایک کردار ہے۔ انجمن ہے۔ بزم ہے۔ مقصد ہے اور مقصد تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے۔ ہم اُن کے لیے بزبانِ شاعر یہی کہہ سکتے ہیں۔ ؎

1۔ مکتوب 10 دسمبر 1975

Marfat.com

تیرا وجود فخر نظام حیات ہے
تو محض ایک ذات نہیں کائنات ہے

اولاد امجاد

حضرت ضیاء الامت مدظلہٗ کی اولادِ امجاد میں تین صاحبزادیاں اور چھ صاحبزادے ہیں۔صاحبزادگان، مجاہد ختم نبوت وقافلہ سالارِ تحریکِ نظامِ مُصطفٰے ﷺ صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب ایم۔اے فاضل ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ، صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ، صاحبزادہ محمد ابراہیم شاہ صاحب، صاحبزادہ محمد محسن شاہ صاحب، صاحبزادہ ابوالحسن شاہ صاحب، صاحبزادہ محمد فاروق بہاء الحق شاہ صاحب ہیں۔

خلفاءِ کبار

اب تک آپ نے مندرجہ ذیل حضرات کو اجازت وخلافت سے نوازا ہے:۔

1۔سیّد نذیر حسین شاہ صاحب سیالکوٹی۔آپ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فارغ التحصیل ہیں اور آج کل سیالکوٹ میں خطابت کے ساتھ ساتھ دینی ومذہبی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

2۔پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب۔آپ بھی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فارغ التحصیل ہیں اور حضرت قبلہ پیر صاحب مدظلہٗ کی ہدایت پر دیارِ فرنگ میں تبلیغ دین کا فریضہ بحسن وخوبی ادا کررہے ہیں۔

3۔چند برس قبل آپ نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے فاضل مولانا محمد مختار احمد ضیاء کو بھی اجازت وخلافت سے نوازا۔مولانا محمد مختار احمد ضیاء نے چک شہزاد اسلام آباد میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے نام سے ایک عظیم علمی مرکز قائم کیا ہے اور اپنے پیرومرشد کی رہنمائی میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

4۔پیر سید زاہد صدیق شاہ صاحب۔آپ گجرات کے قریب سعید آباد (بوکن شریف) میں ایک عظیم دینی ادارہ چلا رہے ہیں اور اپنے شیخ کامل کی سنت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

5۔ پیر سید ظفر علی شاہ صاحب۔ آپ بھی ضلع گجرات کے ایک گاؤں ڈھل داؤد میں ایک دینی ادارہ چلا رہے ہیں۔

تصانیف

خطابت اور دارالعلوم کی ہمہ وقتی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ نے سولہ سال کی مسلسل محنت اور کاوش اور تحقیق و عرق ریزی سے ''ضیاء القرآن'' کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر پانچ جلدوں میں مکمل کی ہے جو عہد حاضرہ کی بہترین تفسیر ہے۔ یہ شہرۂ آفاق تفسیر روشنی اور ہدایت کا عظیم مینار ہے۔ جس کی ضیا پاشیوں سے قلب و نگاہ منور و روشن ہو جاتے ہیں۔

دوسری عظیم تصنیف ''سنت خیر الانام'' ہے جسے آپ نے جامعہ ازہر مصر میں اپنے زمانہ طالب علمی میں مُرتّب کیا۔ منکرینِ حدیث کے لیے یہ تصنیف بُرہانِ قاطع کا حکم رکھتی ہے۔ اسے ہر طبقہ میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس میں قرآن و سُنّت کے باہمی ربط، اتباعِ سنت کے عقلی و نقلی دلائل اور تدوینِ حدیث پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اِن کے علاوہ آپ کا ماہنامہ ''ضیائے حرم'' تشنگانِ علم و عرفان کے لیے ہر ماہ سامانِ تسکین فراہم کرتا ہے۔ اور مذہب و ملّت کی عظیم خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ مختلف موضوعات پر لکھے گئے مقالات دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

سیرت طیبہ پر آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ضیاء النبی ﷺ سات جلدوں میں منظر عام پر آ چکی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی صفوں میں مکمل اتحاد اور تنظیم پیدا کریں۔ اپنے لٹریچر کو ہر فرد تک پہنچانے کے لیے اپنی صلاحیتیں صرف کریں اور مذہب کی اشاعت و تبلیغ کو ہر دوسرے کام پر ترجیح دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بطفیل سرورِ کائنات ﷺ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران فرمائے۔ آمین بجاہِ الحبیب الکریم ﷺ

Marfat.com

تقاریر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ

(العنکبوت:69)

برادرانِ گرامی! یہ آیت کریمہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا کہ جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں "لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا" ان کو اپنے حریم قدس تک پہنچانا ہمارا کام ہے۔ میں انہیں تنہا نہیں چھوڑ دیتا بلکہ میری رحمت ان کے دوش بدوش اور شانہ بشانہ رہتی ہے۔

قرآن کریم کی اصطلاح میں جہاد کسے کہتے ہیں؟ یہ لفظ سینکڑوں بار استعمال کرتے ہیں۔ اور ہمارا ذہن یہ ہے کہ جنگ کرنا، ٹینک توپیں اور جہاز چلانا یہ جہاد ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ جہاد ہے۔ لیکن یہ اسلامی جہاد کا ایک حصہ ہے۔ لغتِ عربی میں اس کی تعریف اور مفہوم کیا ہے؟

جو قوت جو طاقت جو صلاحیت اور جو وسائل تیرے پاس ہیں، اُن کو کسی مقصد کے لیے خرچ کرنا جہاد ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ "اَفْرِغْ کَالدَّلْوِ" ڈول کو ایسا انڈیل دینا کہ اس میں ایک قطرہ پانی بھی نہ رہے۔

یعنی جو کچھ ہو اسے باہر انڈیل دینا۔ اپنی ہر امکانی کوشش کو آخری حد تک داؤ پر لگا دینا جہاد کہلاتا ہے۔ وہ کوشش جو ادھوری ہو جس کے ساتھ دل شامل نہ ہو، وہ دنیا کی کسی اور زبان میں جہاد ہو تو ہو مگر اسلام میں جہاد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جہاد کھوکھلی کوشش کو نہیں کہتے۔

تو "وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا" کا مطلب ہوا، یعنی وہ لوگ جو اپنی قوت اور پوری صلاحیت کو خرچ کر ڈالتے ہیں۔ اس کے بعد اسلامی جہاد کے لیے ایک اور شرط ہے وہ ہے "فِیْنَا"، یعنی یہ جو روپیہ، علمی قابلیت، تبلیغِ دین اور دشمن پر تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں، یہ سب جہاد ہے، مگر

84330

Marfat.com

اسلامی جہاد تب ہوگا، جب یہ ساری کاوشیں، جب یہ ساری کوششیں اسلام کے لیے ہوں۔ یعنی وہ دنیوی مفاد، ذاتی شہرت، نشانِ حیدر کے حصول اور عہدے میں ترقی کے لیے نہ ہوں بلکہ ایک ہی مقصد ہو کہ اس کے نام کا پرچم فضاؤں میں لہرائے اور اس کے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک بلند ہو، وہ (مجاہد) بولتے ہیں، سنتے ہیں، ان کا قدم اُٹھتا ہے۔ وہ بیٹھتے ہیں، جیتے ہیں اور مرتے ہیں تو اللہ کی رضا کے لیے۔

جن کی زندگی کا مقصد، مرکز اور محور خدا کی رضا ہو وہی مجاہد ہیں۔ دنیا والے ہمیں جو کچھ کہیں اگر ہمارے دل میں فتور آ گیا تو ہم مجاہد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ معاملہ اس علیم وخبیر سے ہے جو دلوں کے سارے بھید جانتا ہے۔ مجاہد وہ ہے جو ہر چیز میں جان، مال، غرضیکہ سارے وسائل اور ساری کی ساری صلاحیتیں خدا کی رضا کے لیے خرچ کر دے۔ یہ تو ہمارا فرض ہے جو ہمیں ادا کرنا ہے اور جو ایسا کرتا ہے اس کے ساتھ وہ کریم کیا سلوک کرتا ہے، ''لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' اس میں ''ل'' تاکید ہے۔ اگر خدا تعالیٰ تاکید نہ بھی کرے پھر بھی بات اٹل ہے۔ لیکن اگر زبانِ خداوندی تاکید کرے تو پھر لطف ہی کچھ اور ہے۔ تمام احتمالاتِ ظنون اور شکوک کو ختم کر کے فرماتے ہیں کہ تم اپنا سب کچھ میرے لیے داؤ پر لگا دو تو وہ راستے جو مجھ تک آتے ہیں اُن میں تم نہیں پھرتے رہو گے بلکہ اس کا احسان تمہاری راہنمائی فرما رہا ہوگا۔ اس کی رحمت پا بہ رکاب ہوگی اور پھر منزل کی دشواریاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ اور منزل خود سمٹ کر قدموں میں آ جائے گی۔ کیونکہ ہم جتنے عالم بھی ہو جائیں جب تک اس کی شانِ کریمی دستگیری نہ کرے ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔

میری طلب بھی انہی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اُٹھتے نہیں اُٹھائے جاتے ہیں

انسان خدا کی طرف کیسے پہنچتا ہے؟ حدیث شریف میں آتا ہے:۔

اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَّاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا وَّاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔ اَوْ کَمَا قَالَ

Marfat.com

النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

''یعنی وہ بندہ جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے، میری رحمت ایک گز اس کے نزدیک ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ ایک گز میری طرف آتا ہے میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔''

تو جب اس کی رحمت دوڑ کر اپنے بندے کا استقبال کرتی ہے تو یہ لامتناہی رکاوٹیں چشم زدن میں طے ہو جاتی ہیں۔

''وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ'' یہاں بھی تاکید بالائے تاکید ہے۔ یہاں صفاتی نام نہیں ذکر کیا گیا، بلکہ ذاتی نام ہے۔ اور اس طرح ساری ذاتی اور صفاتی ذکر کر دیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ انہی کے ساتھ ہوتا ہے جو اس کے لیے جیتے ہیں اور اسی کے لیے مرتے ہیں اور جن کی منزل اس کی خوشنودی ہوتی ہے۔

فرمایا ہم ان محسنین کو دشمن کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑتے، انہیں طوفانی موجوں کے حوالے نہیں کرتے بلکہ ہماری نصرت اور رحمت اُن کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر ایک کے پاس اسلحہ نہ ہو، زرہ، تلوار اور جنگی ساز و سامان نہ ہو لیکن خدا اس کے ساتھ ہو تو کوئی اسلحہ کوئی ٹینک، کوئی ایٹم بم اور کوئی مہلک تر ہتھیار بھی اس کا راستہ روک سکتا ہے؟ فرمایا تم میرے راستہ میں قدم اٹھاؤ، میری رحمت تمہارے ساتھ ہوگی۔ میری رحمت تمہیں اپنی آغوش میں لینے کے لیے مچل رہی ہوگی۔

کمی اگر ہوتی ہے تو ہماری طرف سے، اس کریم کی طرف سے تو کوئی کمی نہیں۔ اس کی رحمتِ بے پایاں تو ہر وقت ہمارا انتظار کرتی ہے۔ اس کا دریائے کرم تو ہمہ وقت بہہ رہا ہے۔ ہم ہی ہیں جو اپنی کوتاہی اور کمزوری کی وجہ سے چشمہ شیریں سے فیضیاب نہیں ہو سکتے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہروِ منزل ہی نہیں

آج یہ آیت اس لیے پیش کی گئی تاکہ اسلامی جہاد کا تصور ذہن نشین ہو جائے اور ہم بھی

Marfat.com

فرضِ جہاد صحیح طور پر ادا کر سکیں۔ ہم یہ تو نہیں کہتے اور نہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم میں خلوص ہے، ہم طاقتور ہیں، ہم باہمت ہیں بلکہ ہم تو کمزور ہیں، بے بس ہیں، نہتے ہیں۔

اے اللہ تعالیٰ! ہماری لاج رکھنا، ہم نیتوں کا خلوص بھی، مدد بھی تجھی سے مانگتے ہیں۔

کیونکہ ؎

دادِ تورا قابلیت شرط نیست　　بلکہ شرطِ قابلیت دادِ تُست

تیری رحمت وعنایت کے لیے قابلیت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ بلکہ قابلیت اور اہلیت کے لیے تیری توفیق اور تیری دستگیری کا شاملِ حال ہونا شرط ہے۔ اگر تیری رحمت دستگیری نہ کرے تو بلندیاں بھی پستیوں میں بدل جاتی ہیں۔ عزتیں ذِلتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر تیری توفیق سایہ فگن ہو تو ذرّہ ذرّہ رشکِ صد مہر و ماہ بن جاتا ہے۔ اور قطرے پر کوہِ نور کے ہیرے رشک کیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم میں ہمت و جرأت اور نیتوں میں خلوص عطا فرمائے اور ہماری دستگیری فرما کر ہمیں منزلِ مقصود تک پہنچائے تا کہ ہم کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو سکیں۔

24 اپریل 1977ء　بعد نمازِ فجر

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ (بقرہ:40)

برادرانِ گرامی قدر!۔

یہ آیتِ کریمہ جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ بندے کا اور اس کے رب کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ بندے کے فرائض کیا ہیں؟ اور ربّ کی عنایات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ'' جو وعدہ تم نے میرے ساتھ کیا ہے، وہ تم پورا کرو ''اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ'' جو وعدہ میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے وہ میں پورا کروں گا۔ کس قدر جامع مضمون ہے اور مختصر لفظوں میں کیسے بیان کیا۔ اس سے بڑھ کر اس حقیقت کا بیان کیا ہو سکتا ہے۔

انسان اس میں غور کرے کہ اے خدا تُو میرا رازق ہے۔ تو قادرِ مطلق ہے۔ تیرے ہر ارشاد کے سامنے میری گردن جھکی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (البقرہ:131)

''جب ابراہیم علیہ السلام کے ربّ نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا، اے ابراہیم میرے حکم کے سامنے گردن جھکا دے، تو آپ نے عرض کی ''اَسۡلَمۡتُ'' یا اللہ تیرے بندے ابراہیم نے گردن جھکا دی۔'' اگر تو یہ حکم دے گا کہ اس ننھے بچے کو جو پیرانہ سالی میں ملا ہے۔ جس کا چہرہ چاند سا ہے، کولق ودق صحرا میں چھوڑ دے تو میں اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دوں گا۔ اسے وہاں چھوڑ آؤں گا۔ جہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوگا۔ اور یہ نہیں کہوں گا کہ پھول سا بچہ جو بڑی مدت کے بعد ملا ہے۔ شام کے مرغزاروں سے لے جا کر صحراؤں میں چھوڑ آؤں۔ جہاں سبزہ نہیں ہے، جہاں پانی اور سبزہ زار درخت نہیں ہیں۔ جہاں متنفس کے رشتہ حیات کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ بھی تو نہیں ہے۔

مالک! تیرا جو حکم ہے بندہ اس کو پورا کرتا ہے۔ اسی وقت بی بی ہاجرہ کو لیا اور بچے کو

Marfat.com

ساتھ لیا۔ ماں بیٹے کو لے جا کر بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑ دیا۔ تھوڑی سی کھجوریں اور پانی کا مشکیزہ دے کر واپس ہونے لگے۔ مائی صاحبہ نے عرض کیا'' یہاں پانی کا ایک قطرہ تک بھی نہیں، زندگی کا نام ونشان نہیں، دُور دُور تک آبادی دکھائی نہیں دیتی، کیسے چھوڑ کر جا رہے ہو۔'' فرمایا'' یوں ہی نہیں چھوڑ کر جا رہا بلکہ خدا کے سپرد کر کے جا رہا ہوں۔'' مائی صاحبہ نے عرض کیا:'' اگر یہ بات ہے تو پھر فکر کی ضرورت نہیں۔''

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ..... اگر مجھے شیر خوار بچے کو صحرا میں چھوڑنے کے لیے کہا جائے گا تو مجھے عذر نہ ہوگا، کہ یہ پر بہار وادیاں جو مصر کے قریب ہیں، بچے کو اس سے لُطف اندوز تو ہونے دیا جائے۔ پھر حکم ہوا کہ اس کے گلے پر چھُری پھیر دی جائے۔ آپ نے پھر بھی وعدۂ بندگی پورا کر دیا جو خدا کے ساتھ کیا تھا تو وہاں زم زم کا چشمہ جاری ہوا یا نہیں؟ چھری حضرت اسمٰعیل کے گلے پر چلی یا دُنبے کے گلے پر؟

جب بندہ اپنے خدا کے ساتھ کئے گئے وعدے پورے کرتا ہے تو اس کی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ کانٹے خود بخود پھولوں کا روپ دھار لیا کرتے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ حقِ بندگی انسان پورا کر لے پھر اس کے فضل وکرم کی جو بارش ہوتی ہے، جو پھوار رِم جھم برستی ہے اس کا کوئی حد وشمار نہیں۔ اسی لیے فرمایا:

''اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ''

ہمارا کام مشکل ہے۔ ہمیں ہماری کمزوریاں، علم کی کمی مستقبل سے مایوس کر دیتی ہے۔ لیکن جب وعدۂ خداوندی ساتھ ہو تو پھر پریشانی کی ضرورت نہیں۔ اس کے درِ عظمت پر دستک دینا تیرا کام ہے اور کام کو پورا کر دینا اس ربِّ کریم کا کام ہے۔ قدم اٹھانا تیرا کام ہے اور پھر منزل تک پہنچانا اس کا کام ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے انہوں نے اس وقت فریاد کی تھی:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیا:87)

''اے اللہ کوئی پرستش کے لائق نہیں مگر تو، تو ہر عیب، ہر نقص، ہر کمزوری اور بے بسی سے

Marfat.com

پاک ہے۔کوتاہی مجھ سے ہوئی،لغزش مجھ سے ہوئی۔میں تیرے حضور فریاد کرتا ہوں۔''

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا جب بھی کوئی مسلمان اپنے ربّ کے حضور ان پاکیزہ کلمات سے فریاد کرتا ہے جب بھی کسی پر کوئی ابتلاء پریشانی اور مصیبت آئے تو ان پاکیزہ اور نورانی کلمات سے اس کی رحمت کو جو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عاجزی پر رحم کرتا ہے۔

دوسری حدیث ہے آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم میں سے کسی پر کوئی کرب، مصیبت، آزمائش آ جائے تو اس دُعا سے فریاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبتوں کو ٹال دیتا ہے اور آلام ومصائب کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اگر حضور وہ دُعا ارشاد فرمادیں تو بڑی عنایت ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ وہ دُعا ہے جب انسان بندگی کے فرائض ادا کرنے کے لیے کسی ایسے مقام اور جگہ سے گزر رہا ہو جہاں مشکلات کے کانٹے اس کے دامنِ صبر کو تار تار کر رہے ہوں تو یہ دُعا پڑھے۔''

اسی سلسلہ میں ایک واقعہ بھی پیشِ خدمت ہے۔ایک درویش سے اس کے شیخِ طریقت نے سوال کیا کہ اگر تم اپنے دوست کو ملنے کے لیے اس کے گھر جاؤ اور اس کے دروازے پر کُتا ہو اور وہ تم پر بھونکنا شروع کر دے تو تم کیا کرو گے۔اس درویش نے جواب دیا کہ میں اس کتے کو مار کر رستے سے ہٹا دوں گا۔اور اپنے دوست سے ملاقات کرلوں گا۔ شیخِ طریقت نے فرمایا یہ طریقہ نہیں کہ تم کتے کے ساتھ اُلجھنا شروع کر دو بلکہ طریقہ یہ ہے کہ دوست سے کہو کہ میں تیری ملاقات کے لیے آیا ہوں۔یہ کتا تیری اور میری ملاقات میں حائل ہے۔اس کے گلے میں زنجیر ڈال دے۔ایسے ہی جب تو خُدا کے راستہ میں چلے۔خدا کے حضور پہنچنے کے لیے بندگی کے تقاضے پورے کرنے کے لیے جادہ پیما ہو تو شیطان قدم قدم پر تیرا راستہ روکتا ہے تو اس کے شر سے بچنے کے لیے خدا تعالیٰ کے حضور دُعا کر خدا تیری

Marfat.com

تکلیف دُور کر دے گا۔ کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے۔ "اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ۔"

ذرا سوچیے، جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا وعدہ پورا کیا تو پھر قیصر اور کسریٰ ان کے قدموں میں جھک گئے یا نہیں؟ دنیا بھر کے خزانے ان کے ہاتھ آئے یا نہیں؟ اور وہ وادیاں جو ناقابلِ تسخیر اور ناقابلِ عبور تھیں ان کے سامنے سمٹ گئیں یا نہیں؟

تاریخ میں ایک بار بھی تو ایسا واقعہ نظروں سے نہیں گزرتا کہ مسلمانوں نے خدا کے ساتھ حقِ بندگی اور وعدہ پورا کیا ہو اور خدا نے انہیں یوں ہی بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہو۔

آج بھی جب کفر و ظلمت دل کی دنیا کو تاریک کرنے لگیں تو خدا کے دروازے پر دستک دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اسی طرح تکالیف سے نجات عطا فرماتا ہے۔

اب جبکہ خود خدا نے بھی فرما دیا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرما دیا کہ جب کوئی مسلمان ان کلمات سے خدا کے حضور فریاد کرتا ہے تو خدا اسے قبول فرماتا ہے تو اس میں کسی شک و شبے یا ابہام کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے ارشاد فرمایا کہ میرے والد بزرگوار اور مرشدِ کامل نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی تکلیف پریشانی اور مشکل ہو تو قضائے حاجت کے لیے چار رکعت اس طرح پڑھا کرو۔

پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد 100 مرتبہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّیۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ۝ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّیۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـۨۡجِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝

دوسری رکعت میں الحمد شریف کے بعد 100 مرتبہ رَبِّ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ۝

تیسری رکعت میں الحمد کے بعد 100 مرتبہ وَاُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ۝

Marfat.com

چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد 100 مرتبہ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُo

اس طرح شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ یہ چار آیتیں اسمِ اعظم ہیں۔

یہ ایسی مفتاح ہے کہ مشکلات کے سارے تالے اس سے کھل جاتے ہیں۔ مختصراً یہ عرض کرنا تھا کہ خدا فرماتا ہے:

"اَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ"

تو مشکل جو پیش آتی ہے وہ بندگی کا وعدہ ایفا کرنے میں آتی ہے لیکن پھر بھی فریاد اسی کے حضور کی جاتی ہے۔ اور طریقہ یہی ہے کہ یہی دعا پڑھیں جو حضور ﷺ نے تعلیم فرمائی ہے۔ ان حالات میں جبکہ ہر نئی صبح ایک نئی پریشانی اور ہر شام ایک نئی مایوسی لے کر آتی ہے۔ حالات کے اس مدّ وجذر میں اپنے خداوند کریم کے حضور دُعا کریں کہ یا اللہ! ہم نے گھر سے قدم اٹھایا تھا تیرے دین کی سربلندی کے لیے، گلے میں پھول ڈالنے کے لیے نہیں، نہ ہی زندہ باد کے نعروں کے لیے۔ خدایا ہمارا پالا ایسے شاطر اور پتھر دل انسان سے پڑا ہے(1) جس کے سینے میں دل نہیں، پتھر کا ٹکڑا ہے۔ تو ہمیں مقصد میں کامیاب و کامران فرما۔

آمین!

مورخہ 29 اپریل 1977ء بعد نمازِ فجر

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

---

(1) ذوالفقار علی بھٹو

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَ یُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ (البقرہ:222)

واجب الاحترام سامعین!

اس آیت میں بتایا جارہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کن لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ فرمایا جن میں یہ دوصفات پائی جاتی ہیں:

(1) وہ اپنے خدا کے حضور توبہ کرنے والے ہوں۔

(2) وہ پاکیزگی اور صفائی کو اختیار کرنے والے ہوں۔

وہ بندہ اپنے خدا کو بڑا پیارا اور محبوب ہوتا ہے جو اپنے گناہوں کی خدا سے معافی مانگتا ہے اور اس کے حضور جبینِ نیاز جھکاتا ہے۔ اور صاف ستھرا رہتا ہے۔ توبہ کا مطلب ہے بُری بات چھوڑ کر اچھی بات کی طرف لوٹنا، انسانیت کا تقاضا یہی ہے کہ حیوانی اور شیطانی خصلتوں کو چھوڑ کر انسان کی بہبود اور افراد کی باہمی ہمدردی کو فروغ دیا جائے۔ توبہ کے لیے ضروری ہے کہ انسان سب سے پہلے بُرے اعمال اور افعال پر شرمندگی اور خجالت محسوس کرے، پھر خدا کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا پختہ وعدہ کرے۔ یہ نہیں کہ دوکان پر بیٹھے ہوئے جھوٹ بولتے رہے، کم تولتے رہے، اور اذان سُنتے ہی دوڑ کر مسجد میں چلے گئے۔ نماز پڑھی اور ایک تسبیح استغفار کی بھی پڑھ ڈالی۔ اور یہ سمجھ لیا کہ میں گناہوں سے پاک ہوگیا ہوں۔ اس سے ہم اپنے آپ کو دھوکا تو دے سکتے ہیں لیکن علیم وخبیر خداوند تعالیٰ کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔ ہاں اگر توبہ کرنے کے بعد دانستہ یا نادانستہ باوجود کوشش کے بھی گناہ ہوجائے تو پھر اپنے خدا کے حضور معافی مانگے۔ انشاء اللہ، تو اُسے بخشنے والا رحیم وکریم پائے گا۔ توبہ کرنے والا بندہ خدا تعالیٰ کو بڑا ہی پسند آتا ہے۔ خدا اس پر بڑا خوش ہوتا ہے اور اس سے اسے جو خوشی ہوتی ہے اس کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

اے میرے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اس

Marfat.com

وقت کتنی خوشی اور مسرت ہوتی ہے، جب ایک گناہگار بندہ اس کے درِ کرم پر دستک دیتا ہے۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولِ کریم ﷺ ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا اس بات کو یوں سمجھئے کہ آدمی سفر پر روانہ ہو اس کا زادِ راہ روٹی، پانی وغیرہ اونٹ پر لدا ہوا ہمراہ ہو۔ جنگل بیابان میں وہ پہنچ جائے۔ سفر کر کر کے وہ تھک جائے اور وہ ستانے کے لیے جنگل میں کسی درخت کے نیچے سو جائے۔ جب اس کی آنکھ کھلے تو اس کا زادِ راہ اونٹ سمیت غائب ہو۔ قریب پانی بھی نہ ہو۔ کوئی متنفس اس کی مدد کے لیے بھی موجود نہ ہو، نہ ہی کسی قریبی آبادی کا نام ونشان ہو، تو اس مسافر کو کتنی پریشانی اور کتنا دُکھ ہوگا؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے اُسے جتنی تکلیف اور پریشانی ہوگی۔ آپ نے فرمایا وہ اپنی اونٹنی کی تلاش میں جنگل میں مارا مارا پھرتا رہے۔ رہی سہی قوت بھی ختم ہو جائے۔ اس کی ساری اُمیدیں ختم ہو جائیں، وہ تھک کر کسی جگہ لیٹ جائے۔ پھر اچانک اس کی آنکھ کھلے تو اس کے پاس اس کی اونٹنی زادِ راہ سمیت موجود ہو، تو اسے کتنی خوشی ہوگی۔ کہ اس کی زندگی ختم ہونے والی تھی۔ اس کے زندہ بچنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ ایسی حالت میں اُسے حیاتِ نو مل گئی۔ اس کی زندگی کا ٹمٹماتا ہوا چراغ پوری آب وتاب سے روشن ہو گیا۔ اور اس کی یاس وناُمیدی کی دنیا میں مسرت کی بہار آ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنی اس مسافر کو اونٹ سمیت اپنا زادِ راہ ملنے کی خوشی ہوئی ہوگی اس سے کہیں زیادہ خوشی مولائے کریم کو اس وقت ہوتی ہے جب اس کا گم کردہ راہ بندہ اس کے آگے سرِ نیاز جھکا دیتا ہے۔ اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور اس کی رحمت کو آواز دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

آپ اس بات سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے توبہ کرنے والے بندے سے کتنا پیار ہوتا ہے۔ جوانی ہی توبہ کی اصل عُمر ہے۔ لیکن درِ توبہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ بندہ جب بھی اپنے آقا کے درِ اقدس کو شرمندگی اور خجالت کے آنسوؤں سے کھٹکھٹاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بخشش گھٹائیں باندھ کر اس کا استقبال کیا کرتی ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

کہ جو سات آدمی قیامت کے روز سایہ عرش کے نیچے ہوں گے، جب اس کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا تو اُن میں سے ایک وہ ہوگا جس کی جوانی عبادت میں گزری ہوگی۔ تو ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اُنہی سے محبت کرتا ہے جو اس کے حضور توبہ کرنے والے ہوتے ہیں اور پاکیزگی اختیار کرتے ہیں۔ صاف ستھرے رہتے ہیں۔ صفائی دو طرح کی ہوا کرتی ہے۔ ایک ہوا کرتی ہے ظاہری صفائی اور ایک ہوتی ہے باطنی صفائی۔ ظاہری صفائی تو یہ ہے کہ ہمارے کپڑے صاف ہوں، ہمارا بستر صاف ہو، ہمارے ہاتھ اور پاؤں صاف ستھرے ہوں۔ لیکن باطنی صفائی کا یہ مطلب ہے کہ ہمارا آئینہ دل بھی غلاظتوں سے پاک اور صاف ہو۔ ظاہری صفائی پانی وغیرہ سے ہو جاتی ہے اور باطن کی صفائی اشک ہائے ندامت سے ہوا کرتی ہے۔ اسلام نے مومن کو صفائی کے ساتھ ساتھ پاکیزگی کا درس دیا۔ پاکیزگی اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب مسلمان رسولِ اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرے۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ اس حکیم نبی ﷺ نے ہمارے لیے کیسی کیسی تعلیمات چھوڑی ہیں۔ دوسری اقوام کے ہاں اس بات کا قطعاً خیال نہیں رکھا جاتا کہ جس پانی سے ہم بدن صاف کر رہے ہیں یہ کیسا ہے؟ اور آج کل کے فیشن پرست اور ترقی پسند ماڈرن حضرات ایک ہی ٹب میں بیٹھ کر نہاتے ہیں۔ جسم کی ساری غلاظتیں اسی ٹب میں اور وہی میل کچیل اور غلاظت مُنہ اور آنکھوں میں داخل ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اسلام ان چیزوں کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ اسلام کا طریقہ یا نظام ایسا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے بھلا ہمارا اپنا ہوتا ہے اور راضی رب کریم ہوتا ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونے سے فائدہ ہمارا اپنا ہوتا ہے۔ اور خوش اللہ تعالیٰ ہو جایا کرتا ہے۔

حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

اگر تم صرف وضو کر کے نماز پڑھو گے تو ایک نماز کا ثواب ملے گا۔ لیکن اگر مسواک کر کے وضو کرو گے اور پھر اس سے نماز پڑھو گے تو تمہیں ستائیس نمازوں کا ثواب ملے گا۔ آپ

Marfat.com

غور فرمایئے مسواک کرنے سے مُنہ ہمارا صاف ہوا، دانت ہمارے موتیوں کی طرح چمکنے لگے۔ اب ہم جو غذا کھائیں گے وہ جراثیم سے پاک ہمارے معدہ میں جائے گی۔ جس سے ہماری اپنی صحت برقرار رہے گی۔ منہ سے بدبو کے بھبھوکے نہیں بلکہ خوشبو آئے گی۔ لوگ ہم سے نفرت نہیں، محبت کریں گے۔ فائدہ ہمارا اپنا ہوا، لیکن اجرِ عظیم ربِّ کائنات نے عطا فرمایا۔ یہی اس کی بندہ نوازیاں ہیں۔ اور یہی اس کی مہربانیاں اور عنایات ہیں۔ تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس بات پر عمل کریں جس سے ہمارا ربّ کریم خوش ہو جائے۔

حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

تین جگہوں پر پیشاب کرنے والا لعنتی ہے۔ (1) سایہ دار رخت کے نیچے (2) گزرگاہ (راستہ) پر (3) پانی والی جگہ کے قریب۔

اب آپ خود غور فرمائیں کہ ایک مسافر گرمی کا مارا ہوا، تھکا ہوا، لُو کا جلایا ہوا دُور سے ایک درخت کو دیکھتا ہے۔ اور اس کے سایہ میں پناہ لینے کے لیے دوڑتا چلا آتا ہے لیکن جب اس درخت کے نیچے آتا ہے تو وہاں غلاظت کے ڈھیر ہیں، تعفن اور بدبو ہے۔ وہ وہاں ٹھہر یا سستا نہیں سکتا۔ تو وہ زبان سے ان پیشاب کرنے والوں کو کیا کہے گا؟ اسی طرح راستہ سے گزرتے وقت ہر راہ گیر اپنے ناک اور مُنہ پر رومال یا کپڑا رکھ کر گزرے گا۔ اور جہاں سے لوگ پانی بھرتے ہوں وہاں گندگی کے ڈھیر ہوں تو ذرا تصور فرمائیں کہ ان لوگوں کو کتنی ذہنی اور جسمانی کوفت ہوگی اور وہ کیا سوچیں گے؟ اسی لیے نبی رحمت ﷺ نے ہمیں ایسے کام کرنے سے منع فرما دیا تا کہ میرے امتی دنیا میں مثالی امتی ہوں۔ اور اسلامی معاشرہ پاکیزہ اور صاف ستھرا ہو۔ اگر ہم یہ اصول قومی سطح پر اپنائیں تو ہماری قوم کتنی سلیقہ شعار اور پاکیزہ ہو جائے لیکن افسوس کہ ہم آج اپنے گھر میں پاکیزگی اور صفائی نہیں رکھ سکتے۔ گھر کے صحن میں پیشاب اور پاخانہ کی احتیاط بھی نہیں کی جاتی۔

اسلام کے اُصول، اس کا تمدن، اس کی تہذیب اور اس کی ثقافت کتنی رُوح پرور ہے۔ ذرا غور تو کیجئے جب ایک مسلمان صبح سویرے اُٹھتا ہے تو سب سے پہلے اُٹھ کر وضو کرتا ہے۔

Marfat.com

ہاتھ دھوتا ہے منہ اور دانت صاف کرتا ہے۔ چہرے کا میل، آنکھوں کا میل دُھل جاتا ہے۔ وہ مسح کرتا ہے تو اس کے گیسوئے عنبریں تر ہو کر سنور جاتے ہیں۔ پھر وہ خدائے کائنات کے حضور اپنا سرِ نیاز جھکا دیتا ہے۔ اور اس کے بعد اپنے کام کا آغاز کرتا ہے۔ اگر ایسا کیا جائے تو کیا کیا برکتیں ظہور پذیر ہوں، جن کا کوئی حدّ و حساب ہی نہیں۔ لیکن دوسری قومیں اس نعمت سے محروم ہیں۔ وہ صرف اپنے جسم کی ظاہری صفائی کا خیال رکھتی ہیں۔ فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

آیت مبارکہ میں "طَاھِرِیْنَ" نہیں فرمایا بلکہ "مُتَطَھِّرِیْنَ" فرمایا۔ یعنی وہ صفائی اور پاکیزگی رکھنے والے نہیں بلکہ بتکلف اور کوشش کے ساتھ صفائی اور پاکیزگی رکھنے والے ہوتے ہیں۔ صفائی پر خاص توجہ دیتے ہیں اور خیال رکھتے ہیں۔ اس میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔

آیئے ہم سب اپنے خداوند کریم کے حضور عہد کریں اُس کے اُن بندوں میں شمار ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اور وہ، وہ ہیں جن کے بارے میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

24 اپریل 1977ء

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا (الکہف:28)

محترم سامعین!

''اُس شخص کو اپنا رہنما، پیشوا اور سربراہِ مملکت نہ بناؤ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔''

یہاں ایک بات غور طلب ہے یہ نہیں کہا کہ اس شخص کو اپنا رہنما نہ بناؤ جس نے اپنے دل کو ہماری یاد سے غافل کر دیا۔ بلکہ اس کے برعکس فرمایا کہ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے جب انسان مسلسل نافرمانی کی وجہ سے باغی ہو جاتا ہے۔ ہم اُسے دعوت تو دیتے ہیں نیکی کی لیکن وہ برائی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ ہم اُسے خیر کی طرف بلاتے ہیں مگر وہ شر کی طرف جاتا ہے۔ اور جو لوگ پے در پے بغاوت کرتے ہیں، حق بات سنتے ہی کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں اور جان بوجھ کر ہلاکت کے گڑھے میں گرتے ہیں۔ ہماری رحمت اُن کی منت نہیں کیا کرتی، خوشامد نہیں کرتی، ہماری رحمت اُن کی دستگیری نہیں کرتی بلکہ ہم انہیں ہلاکت اور تباہی کے گڑھے میں گرنے دیتے ہیں۔

اس لیے فرمایا کہ تم ایسے لوگوں کو اپنا رہنما یا پیشوا نہ بناؤ کیونکہ اُن کے پیچھے چلنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ وہ خود بھی ڈوبتے ہیں اور اپنی قوم کو بھی لے ڈوبتے ہیں۔ ''دانش برہانی'' سے ''دانش نورانی'' کے مقام پر وہی فائز ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرتے ہیں۔ لیکن جس نے شریعتِ محمدیہ کو نظر انداز کر دیا۔ اس کے ساتھ مذاق کیا۔ اس کے اصولوں پر عمل نہ کیا۔ وہ ہزار ڈینگیں مارے، وہ ہزار دعوے کرے لیکن وہ اپنے اور اپنی قوم کے ساتھ نیکی اور بھلائی نہیں کیا کرتا۔ اگر کسی قوم کا رہنما کوّا ہو جائے تو وہ گمراہی کی طرف رہنمائی کرے گا۔ تو جو قوم بھی کو اصفت افراد کے پیچھے چلتی ہے وہ تباہی کے گڑھے میں گرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو صلاحیتیں اسے راہِ حق کے لیے عطا فرمائی تھیں اس نے

Marfat.com

پرواہ نہ کی اور وہ سرکشی اور نافرمانی کے راستہ پر بگٹٹ دوڑتا گیا اور ہوائے نفس کا شکار ہو گیا۔

جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے یہ اس لیے پڑھی کہ کل اخبار میں ایک فوٹو تھی۔ جس میں بھٹو صاحب تھے اور ان کے گرد وہ لوگ بھی تھے، جن کو وہ ایم۔ این۔ اے کہتے ہیں۔ بھٹو صاحب تو وہ ہیں جن کا دل یادِ الٰہی سے باغی ہے اور جو لوگ انہیں تعاون اور وفاداری(1) کا یقین دلا رہے تھے، وہ قوم کے نمائندے نہیں تھے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ نفس کے پرستاروں کو خوشامدی مِل ہی جاتے ہیں، جو ملک، قوم اور اپنے ماننے والوں سے غداری کرتے ہیں۔

اس لیے اب تم اُن سے کوئی رشتہ نہ رکھو بلکہ یہ بتا دو کہ پاکستان کے عوام کی نخوت اور غیرت کو کند چھری سے ذبح کرنے والو! حق باقی ہے اور باقی رہے گا۔ حق کے پرستار باقی رہیں گے، باطل مٹ جائے گا اور اس کا نام ونشان تک بھی باقی نہیں رہے گا۔ یہ لوگ زندگی کے سمندر پر چند بلبلے ہیں جو مٹ جائیں گے۔ دوام انہیں کو بخشا جاتا ہے بقاء انہی کو عطا کیا جاتا ہے جو اہل حق کے ساتھ اپنا رشتہ استوار کرتے ہیں۔

حضرت آسیہ جب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور فرعون کو پتہ چلا تو اس نے سوچا کہ یہ اس پر ایمان لائی ہے جو میری طاقت اور اقتدار کے لیے خطرہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کو یہی خدشہ رہا کہ یہ اہلِ حق ہمارے اقتدار کے لیے خطرہ ہیں۔ یہ درویش اور بوریہ نشین ہمارے اقتدار کے لیے خطرہ ہیں۔ اس نے سمجھایا کہ اگر تو میری خدائی کو نہیں مانے گی تو اور کون مانے گا۔ یہاں تیری خدمت کے لیے زیورات ہیں، محلات اور پارچات ہیں، تو کیوں عیش وآرام کی زندگی سے رُوٹھتی ہے۔ دنیا کی زیب وزینت سے کیوں منہ پھیرتی ہے۔ لیکن حق کا مزہ بھی عجیب ہوتا ہے۔ سب سے شیریں تر۔ حضرت آسیہ نے کہا تو

1۔ حضرت ضیاء الامت مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ جیل میں میری دو راتیں بڑے ہی کرب میں گزریں۔ ایک وہ جب مجھے پتہ چلا کہ جعلی اسمبلی کے ممبران نے بے ضمیری سے کام لیتے ہوئے بھٹو صاحب کو تعاون کا یقین دلایا ہے اور دوسری وہ رات جب افواجِ پاکستان کے سربراہوں نے بھٹو کی غیر آئینی حکومت کو آئینی قرار دے کر اس کے تحفظ کا اعلان کیا۔ (مرتّبِ)

Marfat.com

بندہ تو ہوسکتا ہے، خدا نہیں ہوسکتا۔ فرعون اقتدار کے نشہ میں بدمست ہوگیا۔ اس نے آرام وآسائش کی ساری اشیاء، حسن وزیبائش کی ساری چیزیں اور نام ونمود کا تمام سامان آسیہ سے چھین لینے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن اتنے سارے تعلقات کو یکسر ختم کردینا مصلحت کے خلاف سمجھا۔ زیور عورت کی بہت بڑی کمزوری ہوتا ہے، لیکن اُن عورتوں کو جن کو حق کا عرفان نصیب نہیں ہوتا۔

تو فرعون نے پہلا زیورات جن سے وہ اپنے آپ کو مزین کیا کرتی تھیں واپس لے لئے پھر پارچات اور کنیزیں واپس لے لیں۔ اس کا خیال تھا کہ آسیہ ان چیزوں کے چھن جانے کا صدمہ برداشت نہ کرسکے گی اور میری خدائی کے آگے سر تسلیم خم کردے گی۔ لیکن ہر باطل پرست کی طرح اس کا یہ خیال غلط نکلا اور آسیہ کو ہر آزمائش نے مزید استقامت بخش دی۔ چنانچہ پھر قوم کے سامنے اُسے پھانسی چڑھانے کا اعلان کردیا گیا۔

وہ پھانسیاں آج کل کی پھانسیاں نہ تھیں کہ گلے میں پھندا ڈالا اور معاملہ ختم۔ بلکہ لکڑی کے تختہ پر کھڑا کرکے دونوں ہاتھوں اور پاؤں میں کیل ٹھونک دیئے جاتے اور پھر تیروں اور پتھروں کی بارش کرکے آدمی کو تڑپا تڑپا کر ختم کردیا جاتا۔ فرعون کا یہ فیصلہ عقل کا فیصلہ نہ تھا نفس کی خواہش تھی۔ اور آسیہ کا پاگل پن نہ تھا بلکہ اس کے ایمان کا فیصلہ تھا۔

کیا وجہ تھی ان کی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ہماری یاد سے غافل ہوجاتا ہے وہ ''واتَّبَعَ هَوَاهُ'' اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے، خدا، رسول اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نہیں اپنے نفس کی۔ اُسے نہ اپنی قوم سے پیار ہوتا ہے اور نہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ مخلص ہوتا ہے اور نہ اُسے خود اپنے انجام کی فکر ہوتی ہے۔ وہ ہر چیز سے بے پرواہ آنکھیں بند کرکے اپنی ڈور خواہشات کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ اور جو شخص ہوائے نفس کا شکار ہوتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ یہ راستہ درست ہے اور اسی پر چل کر لوگ میری عزت کریں گے، احترام کریں گے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اسی میں میری کامیابی کا راز ہے۔

ابوجہل اور ابولہب نے حضور ﷺ کی مخالفت کا پروگرام بنایا۔ اپنے آپ کو دانشور

Marfat.com

سمجھا، عقلمند سمجھا اور حضور علیہ السلام کو مجنون، ساحر کہتے رہے۔ اپنے آپ کو زیرک اور دانا کہتے، تو نتیجہ کیا نکلا کہ خود بھی غرق ہوئے اور اُن کے پیروکار بھی تباہ ہوئے۔ دنیا بھی گئی اور آخرت بھی تباہ و برباد ہوگئی۔ اور جو اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو بڑا زیرک، سیاستدان اور بزرجمہر کہے لیکن وہ خود بھی غرق ہوگا اور اس کے ساتھی بھی!

آپ نے غور فرمایا پھانسی کے تختہ پر چڑھنے کا فیصلہ کون کر رہی تھی، مصر کی خاتونِ اول جو ناز و نعم کے ساتھ پلی تھی۔ جو پھولوں کی سیج پر سوتی تھی۔ آرام و آسائش اور زندگی کی ہر سہولت اُسے میسر تھی۔

یہ اس کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ سلطانِ عشق کا فیصلہ تھا۔ اور انہی کے فیصلے درست ہوتے ہیں اور انہی کی زندگی آفتاب سے زیادہ روشن اور شبنم سے زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے۔

تو فرمایا، جس بدبخت کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اس کی پیروی مت کرو کہ اس کی باگ ڈور عقل دوراندیش کے ہاتھ میں نہیں بلکہ ہوائے نفس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم انہی کو اپنا رہنما بنائیں جن کے دل یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ کیونکہ انہی کے فیصلے درست اور صحیح ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ کرے جو جھوٹے اور خوشامدی ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو آدمی اللہ تعالیٰ، مصطفٰے کریم ﷺ اور اسلام کے ساتھ وفاداری نہیں کر سکتا وہ بھٹو صاحب کے ساتھ وفاداری کیسے کرے گا۔ بھٹو ڈوبے گا جلد ڈوبے گا اور بہت جلد ڈوبے گا اور ان سب کو لے کر ڈوبے گا۔

ہم ان کے پیروکار ہیں جن کے دل میں خدا کی یاد ہے۔ جن کا فیصلہ سلطانِ عشق کا فیصلہ ہے اور سلطانِ عشق کا فیصلہ تسلیم کرنے والے ہی دنیا اور آخرت میں کامیاب ہیں اور چند روزہ عیش و آرام کے لیے اپنے ملک کے مفاد سے غداری کرنے والے خائب و خاسر ہوا کرتے ہیں اور ملک و قوم کے لیے مرنے والے ہی کامیاب و کامران ہیں۔

بعد نمازِ فجر مورخہ 24 اپریل 1977ء

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

برادران اسلام!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے خزانوں میں سے جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے اس میں سے ایک وظیفہ یہ بھی ہے لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط۔ آپ نے فرمایا اس کے پڑھنے سے ننانوے تکالیف دُور ہوتی ہیں۔ ان میں سے سب سے گھٹیا، فروتر اور چھوٹی پریشانی جو اِس کے ذِکر سے دُور ہوتی ہے وہ ہے افسردگی، یعنی دل میں جب افسردگی کے بادل چھا جاتے ہیں۔ جب پژمردگی گھیر لیتی ہے تو دل افسردہ ہو جاتا ہے۔ دل وہ بادشاہ ہے جس کی حکومت جسم کے ہر حصہ پر ہوتی ہے۔ دل خوش ہو تو ہر عضو اپنے اعمالِ طبعی ادا کرتا رہتا ہے۔ دل خوش ہو تو کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی۔ دل بجھا بجھا ہو تو رنگا رنگ کے کھانے اور مرمریں محلات عیش و آرام اور سیر و تفریح بھی اُسے خوش نہیں کر سکتے۔ تمام ناخوشی اور خوشی کا اظہار دل کرتا ہے اور اسی پر انحصار ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے وہ خزانے جو عرش کے نیچے ہیں اُنہی میں سے ایک یہ ہے کہ تم کثرت سے پڑھا کرو۔

لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ○

بڑی تکلیف کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے لیکن خدا کے نزدیک سب سے کم تکلیف اور پریشانی جو اس کے پڑھنے سے دُور ہوتی ہے، یعنی جو کم سے کم فائدہ اس وظیفہ سے ہوتا ہے وہ ہے کہ اَلۡھَمّ یعنی دل کا بجھا بجھا ہونا ختم ہو جاتا ہے۔

آپ اندازہ کریں کہ اس دل کا بُجھا بُجھا ہونا اور دل کا پریشان اور افسردہ ہونا انسان کے لیے سب سے بڑی تکلیف ہے۔ آپ کو ہزارہا آرام و آسائش میسر ہوں لیکن سکونِ قلب نہ ہو تو کسی چیز میں کوئی لطف ہی نہیں آتا۔ تو یہی عدمِ اطمینان سب سے بڑی تکلیف اور پریشانی ہے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ پڑھنے سے جو کم

Marfat.com

سے کم فائدہ حاصل ہوتا ہے، وہ سکونِ قلب کا ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ جب کم سے کم فائدہ یہ ہے تو اس کے علاوہ جو اٹھانوے فوائد اور انعامات ہیں وہ کتنے بڑے ہوں گے۔ سکونِ قلب دنیا کی دولت، کاروں اور کوٹھیوں سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا ہر نعمت عطا کرنے کے بعد سکونِ قلب سے محروم کر دیتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''بہت سے لوگوں کو دو نعمتیں ملی ہوئی ہیں، تندرستی اور فارغ البالی۔ پھر یہی دو نعمتیں ان کے لیے نقصان اور خسارے کا باعث بن جاتی ہیں۔'' معلوم یہ ہوا کہ نعمتیں خسارے کا باعث بھی بن جاتی ہیں۔ اسی لیے کہ ان کے حاصل ہونے کے بعد دل کی افسردگی اور پریشانی دُور نہیں ہوتی۔

ایک اور حدیثِ پاک میں رسولِ اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابن آدم سے کہتے ہیں کہ تو سب طرف سے ہٹ ہٹا کر میری عبادت میں لگ جا۔ میں تیرے دل کو تونگری سے بھر دوں گا اور تجھے کسی کا محتاج نہ ہونے دوں گا۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرے ہاتھوں کو تو مال سے بھر دُوں گا، لیکن تیری (دل کی) محتاجی دُور نہیں کروں گا۔(1) اس حدیثِ پاک میں تصریح فرما دی کہ جب دل کی تونگری و سکون نہ ہو تو دولت کے انبار ہوتے ہوئے بھی انسان محتاج ہی رہتا ہے۔ وہ ہر دروازے پر دستک دیتا ہے۔ وہ ہر آستانے پہ جبہ سائی کرتا رہتا ہے۔ باطل کی پرستش کرتا رہتا ہے مگر اس کی ضرورت کہیں بھی پوری نہیں ہوتی۔ مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور سر نیاز جھکاتا ہے وہ دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکمرانوں کے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی سکونِ قلب نصیب نہیں ہوتا لیکن فقیر اور درویش کو ایک گودڑی میں وہ قرار حاصل ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر شے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ دل کی پریشانی اور افسردگی سب سے بڑی تکلیف ہے۔ لیکن خدا کے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ لِابْنِ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَاْ صَدْرَکَ غِنًی وَّاَسُدُّ فَقْرَکَ وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَاْتُ یَدَکَ شُغْلًا وَّلَمْ اَسُدُّ فَقْرَکَ (مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الرقاق، الفصل الثانی) مرتّب

Marfat.com

نزدیک یہ اُن ننانوے میں سے کمترین تکلیف ہے جو اس وظیفہ سے دُور ہو جاتی ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ نے اس لیے فرمایا کہ اس دنیا میں آپ کو دوستی، دشمنی اور ناسازگار حالات سے واسطہ پڑے گا۔ وہ وقت بھی آ سکتا ہے جب آپ بے سہارا ہو کر پریشان ہو جائیں۔ اس لیے جب آپ کا کوئی سہارا نہ رہے۔ آپ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو اس وقت یہ بہت بڑا آسرا ہے۔

یہ میرا تجربہ بھی ہے حالانکہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے بعد کسی تجربے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ نے اس لیے فرمایا کہ اس دنیا میں آپ کو دوستی، دشمنی اور ناسازگار ہوتی۔ جو کچھ حضور اکرم ﷺ نے فرما دیا وہی حرفِ آخر ہے۔ ویسے مجھے تو تکلیف میں اس ذکر کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آگ پر پانی ڈال دیا گیا ہو۔

یہ وظیفہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرشی خزانوں سے عطا فرمایا ہے۔ یہ سکونِ قلب کے حصول کے لیے اکسیرِ اعظم ہے۔ کیونکہ ساری نعمتیں موجود ہوں، پھر بھی سکونِ قلب نہیں ہوتا۔ اور جب آپ کو سکون نصیب ہوگا، آپ کا دل خوش ہو جائے گا تو آپ کو ہر چیز میں بہار ہی بہار اور مسرت ہی مسرت نظر آئے گی۔ لیکن یہ یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر کے بغیر سکون دل کا حصول ناممکن ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:۲۸)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں سے نوازے اور سکونِ دل نصیب فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ مِعۡرَاجُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ○

''نماز مومن کی معراج ہے''

گرامی مرتبت حاضرین!

اس وقت جبکہ ایک مقدس مشن کے لیے ہم یہاں آئے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنا وقت دیا ہے کہ شاید زندگی میں ہم کبھی اتنے فارغ نہیں ہوئے تھے۔ کم از کم مجھے تو کبھی اتنا فارغ وقت نہیں ملا تھا۔ جب ہم یہاں چوبیس گھنٹے فارغ ہیں۔ تو ہم کم از کم یہاں نماز تو سیکھ لیں۔ تاکہ جب یہاں سے جائیں تو ہمارا دامنِ مراد خالی نہ ہو۔ ہم جیسے آئے ہیں ویسے ہی واپس نہ چلے جائیں۔ بلکہ نماز پڑھنا تو سیکھ جائیں۔ اسے تو صحیح کر لیں تاکہ ہماری نماز وہ نماز بن جائے جس کے بارے میں ارشادِ گرامی ہے:

اَلصَّلٰوۃُ مِعۡرَاجُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ○

ہر چیز کا ایک ظاہری وجود ہوتا ہے اور ایک باطنی۔ اسی طرح نماز کے بھی دو وجود ہیں، ظاہری نماز اور باطنی نماز۔

ظاہری نماز تو یہ ہے کہ ہم تکبیر کہہ کر دُعا پڑھتے ہیں، قیام کرتے ہیں۔ رکوع اور سجود کرتے ہیں۔ کوئی سلام کہے تو اس کے سلام کا جواب نہیں دیتے۔ کوئی بلاتا رہے، ہم اس کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ اسی طرح باطنی نماز یہ ہے کہ ہمارا دل بھی اس چیز کی گواہی دے جو ہماری زبان کہہ رہی ہے۔ جس طرح اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہنے کے بعد ہم کسی کے سوال کا جواب نہیں دیتے۔ بچہ روتا رہے، ہم اُسے چُپ نہیں کرا سکتے۔ اِدھر اُدھر نہیں دیکھ سکتے اور ارد گرد کے ماحول سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح چاہیے کہ جب اللہ اکبر کہیں تو ہمارا دل بھی دنیا سے بے نیاز ہو جائے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دھیان رہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک جنگ میں ایک تیر چبھ گیا۔ جب ساتھی وہ تیر نکالنے لگے تو

Marfat.com

آپ کو سخت درد محسوس ہوا۔ کچھ ساتھیوں نے کہا کہ اس وقت تیر نہ نکالو، جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھنے لگیں گے تو تم تیر کھینچ لینا۔ کیونکہ اس وقت آپ دنیا سے بے خبر ہو جایا کرتے ہیں اور آپ کو محسوس تک بھی نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور عین حالتِ نماز میں تیر کھینچ لیا گیا اور آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ تو ہر مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جب وہ نماز میں ہو تو جو کچھ وہ پڑھ رہا ہو، اس کا دل اس کی گواہی دے رہا ہو۔ جو کچھ اس کی زبان سے جاری ہو، اس کے ساتھ اور جسم کا ہر عضو اسی کے مطابق عمل کر رہا ہو۔ وہ یوں محسوس کرے کہ خدا کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ خیال کرے کہ خدا اُسے دیکھ رہا ہے۔ یہی نماز ہے جو مومن کی معراج ہے۔ جو انسان کو فرشتوں سے برتر بناتی ہے اور خدا تعالیٰ تک پہنچا دیا کرتی ہے۔ آپ خیال کر رہے ہوں گے کہ یہ ناممکن ہے۔ ناممکن نہیں بلکہ آسان ہے لیکن ایک دن میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ مسلسل مشق سے ہی یہ ممکن ہے۔ آپ کو اس کے لیے پیہم کوشش کرنا پڑے گی اور تب کہیں جا کر آپ اس میں کامیاب ہوں گے۔

آپ جانتے ہیں کہ ''الف'' حروفِ تہجی میں آسان ترین حرف ہے۔ لیکن پہلے روز یہ لکھنا بھی مشکل ہو جایا کرتا ہے۔ اور مسلسل محنت و کوشش سے طالب علم صرف یہی نہیں بلکہ دوسرے مشکل لفظ بھی لکھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شروع میں آپ کو یہ بات مشکل محسوس ہوگی۔ لیکن آہستہ آہستہ لگاتار محنت سے آپ کا دل نماز میں لگنے لگے گا۔ آپ کو وہ کیف و سرور نصیب ہوگا کہ سجدے سے سر اٹھانے کو آپ کا جی ہی نہیں چاہے گا۔ پھر آپ حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کی طرح یہ کہنے لگیں گے کہ ''یا اللہ تیری راتیں اتنی چھوٹی ہیں۔ کہ تیری بندی کا ایک سجدہ بھی پورا نہیں ہوتا۔'' تو ہم ایسی نماز پڑھیں جس میں خلوص ہو۔ خضوع و خشوع ہو۔ اور صرف رضائے الٰہی کا باعث ہو۔ آپ کے ذہن میں یہ خیال تک بھی نہ آئے کہ یہ عبادت جو ہم کر رہے ہیں یہ جنت کے لیے ہے یا کسی اور دنیوی مقصد کے لیے، بلکہ آپ کی تمام عبادتیں خدا کی رضا کے لیے ہوں۔ عبادت کا مقصد خدا کی رضا کا حصول ہونا چاہیے۔ جنت تو خدا کی طرف سے انعام کے طور پر حاصل ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ

Marfat.com

جب بندہ پر خدا راضی ہو جایا کرتا ہے تو دنیا کی ہر چیز بندے کی ہو جایا کرتی ہے۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ کہ ایک دن انہوں نے حکم دیا کہ تمام خزانوں کے منہ کھول دیئے جائیں۔ خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے۔ سلطان نے اپنے درباریوں اور دیگر لوگوں سے کہا کہ وہ جو کچھ چاہیں اور جتنا چاہیں، جا کر لے لیں۔ تمام لوگ خزانوں پر ٹوٹ پڑے۔ کسی نے سونے پر ہاتھ صاف کیا۔ کسی کے ہاتھ جواہرات لگے۔ کسی نے چاندی کے ڈھیر پر قبضہ کر لیا۔ کوئی گھوڑے لے کر چلتا بنا۔ غرض کسی کے ہاتھ جو کچھ لگا وہ لیتا بنا۔ لیکن ایاز نے آگے بڑھ کر خود سلطان محمود کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ سلطان نے کہا بڑے بیوقوف ہو۔ کوئی سونے پر ہاتھ رکھ رہا ہے اور کوئی چاندی۔ کوئی جواہرات لے جا رہا ہے اور کوئی دیگر سامان، اور تم نے میرے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ کہنے لگا۔ آپ نے خود کہا ہے کہ جس چیز پر کوئی ہاتھ رکھ لے گا وہ اسی کی ہو جائے گی تو اس لیے میں نے آپ کے سر پر رکھا ہے جنہوں نے سونے اور جواہرات پر ہاتھ رکھا ہے وہ انہیں مبارک ہو، مجھے تو آپ کی ضرورت ہے۔ اور جب آپ میرے ہو جائیں گے تو پھر کمی کس چیز کی رہ جائے گی پھر ساری چیزیں اور سارے خزانے میرے ہو جائیں گے۔ یہ سُن کر سلطان بے حد خوش ہوا۔ تو دیکھا آپ نے ایاز نے سلطان کے سر پر ہاتھ رکھ دیا کہ ساری دنیا تو ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کی مالک بن گئی لیکن آپ میرے ہو گئے تو پھر کون سی چیز کی کمی رہ گئی۔ تو کیوں نہ ہم اپنے ربّ کریم کو راضی کر لیں۔ جب وہ راضی ہو جائے گا تو کائنات کی ہر شے ہماری ہو جائے گی۔ لیکن اگر ساری دنیا راضی ہو اور اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو یہ زندگی ہمیشہ خسارے میں رہے گی۔ اور اس سودے پر پچھتانا پڑے گا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نماز باقاعدگی سے پڑھیں اور ایسے پڑھیں کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے۔ تب ہی ہم اپنے آپ کو کامیاب انسان تصور کر سکتے ہیں۔ یہ بات عشق اور محبت ہی سے ممکن ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس فارغ وقت سے فائدہ اٹھائیں گے اور نماز کو صحیح طریقہ پر ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ نماز کے بعد ذکرِ الٰہی بڑی سعادتوں اور برکتوں کا باعث ہے۔

Marfat.com

آپ جانتے ہیں کہ ہر چیز پر زنگ چڑھ جاتا ہے، اسی طرح دل پر بھی دنیاوی آلائشوں کا گرد و غبار جم جاتا ہے۔ اور آئینہ دل غبار آلود ہو جایا کرتا ہے۔ تو جس طرح ہر چیز کا زنگ اتارنے کے لیے خداوند ذوالجلال نے کوئی نہ کوئی چیز بنائی ہے۔ ایسے دل کی صفائی کے لیے بھی ہمیں طریقہ بتایا۔ کپڑے میلے ہو جائیں تو انہیں صاف کرنے کے لیے صابن استعمال کیا جاتا ہے۔ لوہے پر زنگ لگ جائے تو اسے اُتارنے کے لیے جس طرح ریگمار استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آئینہ دل کی صفائی کے لیے ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے۔

ہمیں چاہیے کہ اپنے دل کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے ذکر الٰہی کو اپنا وظیفہ بنائیں۔ جب ذکرِ الٰہی میں ہمارا دل محو ہو جائے گا اور دنیوی آلائشوں سے ہمارا دل صاف ہو جائے گا تو ہمیں عبادت میں وہ لذت و سرور حاصل ہوگا جس پر ملائکہ بھی ناز کریں گے۔

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران: آیت 110)

اُمت محمدیہ کے عظیم مجاہدو!

یہ آیت کریمہ جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں مولائے کریم نے دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک تو اُمّتِ محمدیہ کا جو مقام ہے وہ بیان کیا اور دوسرا اس اُمّت کے جو فرائض ہیں ان کا ذکر فرمایا کہ اس کا مقام کیا ہے اور اس کے فرائض کیا ہیں۔ نیز اسے یہ مقام کیوں بخشا گیا؟

اُمّت کے مقام کے بارے میں فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ جتنی بھی اُمتیں آئیں۔ جتنی بھی قومیں اولاد آدم میں پیدا ہوئیں، اُن میں سب سے برتر، سب سے اعلیٰ اور سب سے بہترین اُمّت تم ہو۔ نوح علیہ السلام کی اُمّت سے بھی، ابراہیم علیہ السلام کی امّت سے بھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں کی اُمّت سے بھی اے غلامانِ مصطفیٰ تم بہترین ہو۔

یہ مقام کیوں بخشا گیا؟ یہ اعزاز کیوں عطا فرمایا گیا۔ اور اس شرف سے کیوں نوازا گیا۔ اس کی وجوہات بھی آگے خود ہی بیان فرما دیں۔ وہ رب العالمین ہے صرف رب المسلمین نہیں۔ وہ ایک قوم کا نہیں ساری کائنات کا رب ہے۔ اسی طرح نبی مکرم ﷺ صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں۔ اور ایک قوم کے لیے نہیں، قیامت تک کی ساری اقوام کے لیے سراپا ہدایت ہیں۔ تو جس رب کی ربوبیت عمومی ہو جس کے نبی کی رحمت عمومی ہو، جو ساری کائنات کا رب ہو۔ اور اس کا نبی ساری کائنات کا ہادی ہو۔ اُس نبی کی اُمّت صرف ایک قوم کے لیے نہیں فرمایا:

"اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" تمہارا اس دنیا میں ظہور پذیر ہونا صرف اپنوں کے فائدہ اور

Marfat.com

صرف اپنوں کے نفع کے لیے نہیں بلکہ جتنی اولادِ آدم ہے، جتنے انسان ہیں، سب کے لیے تمہارا وجود فیض وکرم کا باعث ہے۔ رحمت وبرکت کا موجب ہے۔

دور دستاں را بہ احسان یاد کردن ہمت است
ورنہ ہر نخل بپائے خود ثمر می افگند

اپنے لیے اور اپنوں کے، لیے ہر کوئی فائدہ کا باعث ہوا کرتا ہے۔ لیکن اے غلامانِ مصطفٰے تم صرف اپنوں کے لیے نہیں بلکہ جو تمہارے خون کے پیاسے ہیں اُن کے لیے بھی تمہاری رحمت کی چادر وا ہونی چاہیے۔ ابرِ کرم جب برستا ہے تو وہ سرسبز وشاداب کھیتوں پر ہی نہیں بلکہ جنگلوں اور ریگستانوں پر بھی اس کی موسلا دھار بارش برستی ہے۔ تو امّتِ محمدیہ ساری قوم کے لیے رحمت وبرکت کا سرچشمہ ہے اور ہر چیز اس سے فیضیاب ہوتی ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ جو لوگ حضور ﷺ کے دین میں آ گئے اور جو قومیں مسلمان نہیں ہوئیں اور اب تک نہیں ہوئیں اور وہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے بُغض وعناد رکھتی ہیں ان کو بھی اسلام کی وجہ سے کئی برکتیں حاصل ہوئی ہیں۔ وہ خود اعتراف کریں یا نہ کریں۔ لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔

آپ ان قوموں کی اسلام سے قبل اور اس کے بعد کی زندگی ملاحظہ کریں تو یہ حقیقت آپ پر واضح ہو جائے گی۔ ہندوؤں کی مسلمانوں سے قبل کی رسوم مثلاً ذات پات کی تقسیم اور ستی کی رسم، جس میں خاوند کی وفات کے بعد اس کی بیوی بھی اسی کے ساتھ آگ میں جل کر راکھ ہو جایا کرتی تھی۔ خواہ اس کی شادی کو ایک ہی دن کیوں نہ گزرا ہوتا۔ اُسے نہ تو اپنے آنگن میں چٹکتے ہوئے پھولوں کی خوشبو نصیب ہو سکتی اور نہ ہی مانگ میں خوشی اور مسرت کی کہکشاں اپنا روپ اور جلوہ دکھا سکتی۔ نہ اس کی زندگی کے ارمان پورے ہوتے۔ زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں اس بُرائی اور صریح ظالمانہ اقدام پر کوئی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔ لڑکی کی ماں اس کے پاس ہوتی، باپ کے سامنے بیٹی شعلوں کی لپیٹ میں چلی جاتی اور بھائی اپنی محبت کو اپنی آنکھوں سے بھسم ہوتے دیکھتا رہتا۔ لیکن کوئی بھی اس ظالمانہ فعل پر

Marfat.com

صدائے احتجاج بلند نہیں کیا کرتا تھا۔ لیکن جب اسلام کا نور فلکِ ہند پر جلوہ فگن ہوا تو جہاں اس نے اور لوگوں کو کفر کی دلدل سے نکال کر رشد و ہدایت کی وادی میں پہنچایا، وہاں ہندوؤں کی اس بُری رسم پر بھی وہ ضرب لگائی کہ ان کے دل میں بیٹی کی عزت و ناموس پیدا ہوئی اور وہ اس بُرائی سے اجتناب کرنے لگی۔

اسلام میں گورے اور کالے، امیر اور غریب کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اور اسلام اپنے ماننے والوں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن ہندوؤں میں ذات پات کا وہ چکر تھا کہ انسان پر اس کے تصور سے ہی لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ چار بڑی بڑی ذاتیں تھیں۔ 1۔ برہمن 2۔ کھشتری 3۔ ویش 4۔ شودر۔ ان میں سے برہمن بڑی ہی مقدس اور محترم ذات تھی۔ مذہب کی تعلیم اور حکمرانی اس خاندان کا ہی حق تھا۔ شودر سب سے گھٹیا اور قابلِ نفرت طبقہ تھا۔ اتنا کہ اسے عام آدمی کا درجہ بھی نہیں دیا جاتا تھا۔ اگر کسی شودر کے کان میں برہمن کی آواز پڑ جاتی تو شودر کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جاتا تھا۔ اور اگر برہمن کے کانوں میں شودر کی آواز پڑ جاتی تو اس کی زبان کاٹ دی جاتی۔ یہ وہ ظالمانہ روایات تھیں جن میں ہندومت گرفتار تھا۔ لیکن اسلام کے نور کی ضوفشانی کے اثرات ایسے مرتب ہوئے کہ آج ہندو معاشرہ میں ان رسوم کو خود برا سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ تمیز تقریباً ختم ہوگئی ہے۔

یہ وہ فیض ہے جو اسلام نے ان لوگوں کو بخشا جو اسلام نہیں لائے۔ جب بارش برستی ہے تو نشیب پر بھی برستی ہے اور فراز پر بھی۔ جنگلوں پر بھی برستی ہے اور باغوں پر بھی۔ محمد عربی ﷺ کے فیضِ کرم سے زمین سے لے کر آسمان تک کا ذرّہ ذرّہ مستفیض ہوا۔ کائنات کے نصیب جاگے اور جہنم کی طرح بھڑکتی دنیا جنت کا نمونہ بن گئی۔ امن و سکون اور محبت و رحمت کا گہوارہ بن گئی۔

تو میں بیان کر رہا تھا کہ ہم نے دنیا میں خیر الامم ہونے کا تاج یوں ہی نہیں سجایا۔ یہ اعزاز ہمیں یوں ہی نہیں بخشا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ آج ہم اپنے آپ پر بوجھ ہیں۔ ایک دوسرے کے لیے ننگ و عار ہیں۔ لیکن ہم یہ نہ تھے جو آج ہیں، بلکہ خدا نے اس لیے خیر الامم

Marfat.com

کا تاجِ کرامت ہمارے سر کی زینت بنایا کہ ہماری وجہ سے سارے لوگ اس چشمہ سے فیض یاب ہوں گے۔ اس نور سے اپنے دلوں کو منور کریں گے۔ اس پیغام سے اپنے دلوں کی اُجڑی ہوئی بستی کو آباد کریں گے۔

فرمایا "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" تم ایسی قوم ہو کہ باطل کے ساتھ مصالحت نہیں کر سکتی۔ فسق و فجور اور برائی کو تم برداشت نہیں کر سکتے۔ نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور منکر سے منع کرتے ہو۔ یہاں "منکر" کا لفظ استعمال کیا۔ یہ نہیں کہا کہ برائی سے منع کرتے ہو۔ اگر برائی کا لفظ استعمال ہوتا تو سیئات یا معاصی کا لفظ استعمال کیا جاتا لیکن فرمایا "مُنکر"۔ اس کا مطلب ہے، ہر وہ چیز جو آپ کی روحانی، معاشی، عمرانی اور سیاسی ترقی میں رُکاوٹ ہو جو کاروانِ انسانیت کی ترقی میں رکاوٹ ہو۔ ایسے ہی معروف کا مطلب محض یا مطلق نیکی نہیں بلکہ ہر وہ چیز جو انسانیت کی روحانی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی ترقی کا باعث ہو۔ اور اس سے شرفِ انسانی کو چار چاند لگ سکیں۔ انسانیت کے مقدر کا ستارہ جگمگا اُٹھے، اُسے معروف کہتے ہیں۔

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی اُمّت کا وہ فریضہ بیان کیا جسے وہ کبھی چھوڑ نہیں سکتی۔ اگر وہ چھوڑتی ہے تو اُسے وہ منصب، وہ شرف اور سعادت چھوڑنا پڑے گی۔ ورنہ یہ فریضہ ادا کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" کہ "جو کام نیکی اور پرہیزگاری کے ہوں، ان میں تعاون کرو۔ لیکن گناہ اور سرکشی کے کاموں میں کسی سے تعاون نہ کرو۔" اسی بات کو حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

"لوگو! میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جب لوگوں کا یہ حال ہو جائے کہ وہ برائی کو دیکھیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں۔ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے پائیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب میں

Marfat.com

سب کو جکڑ لے۔ خدا کی قسم تم کو لازم ہے کہ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ ورنہ تم پر ایسے لوگ مسلط ہوں گے جو تم سب سے بدتر ہوں اور تم کو مختلف تکلیفیں پہنچائیں گے۔ پھر تمہارے نیک لوگ خدا سے دعائیں مانگیں گے مگر وہ قبول نہ ہوں گی۔"

حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی حکمت کے ساتھ امتِ محمدیہ کے فریضہ اور اس سے کوتاہی برتنے سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں، سے آگاہ فرما دیا۔ خود ہادیٔ اعظم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور بُرے (منکر) کاموں سے نہ روکے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو جا کر غرق کر دو۔ تباہ و برباد کر دو اور اس کا نام و نشان مٹا دو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ شہر کا جائزہ لیا تو اس میں ایک بڑا ہی نیک اور پارسا شخص رہتا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا، مولائے کریم! اس شہر میں تو فلاں شخص اتنا نیک اور پارسا ہے کہ اس کے دن روزہ کی حالت میں اور راتیں تیرے حضور سجدے کرتے گزرتی ہیں۔ کیا اس کے ہوتے ہوئے یہ لوگ عذاب سے بچ نہیں سکتے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تباہی کی ابتدا اُسی کے گھر سے کرو۔ کیونکہ اس کے سامنے میری شریعت کے احکامات کی توہین کی جاتی تھی، انہیں توڑا جاتا تھا اور کھلم کھلا برائی کا ارتکاب کیا جاتا تھا۔ مگر اس کے چہرے کا رنگ تک غیرتِ ایمانی سے کبھی نہیں بدلا تھا۔ مجھے ایسے بے غیرت نمازیوں اور روزہ داروں کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس شہر کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اور سب سے پہلے اسی گھر کو۔ (کیمیائے سعادت از امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

اِن حقائق سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دین کی تبلیغ کرنا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ایک ایسا فریضہ ہے۔ جس سے کوتاہی اور چشم پوشی کبھی نہیں ہو سکتی۔ ہر مسلمان دینِ اسلام کا مبلغ ہے۔ اور اپنا یہ فرض جو مسلمان پورا نہیں کرتا وہ خدائے کائنات کے حضور اپنا

Marfat.com

جواب سوچ لے۔ مسلمان کا کام ظلم اور برائی پر خاموش رہنا نہیں بلکہ حق کے نفاذ کے لیے مقدور بھر کوشش کرنا اس کا فرض ہے۔ تو آؤ حق کے غلبہ کے لیے ہم اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک نظامِ مصطفٰے کا نفاذ نہیں ہو جاتا۔

اے غلامانِ مصطفٰے تم جہاں بھی جاؤ گے، وہاں نیکی ہی نیکی اور فرمانبرداری ہی فرمانبرداری ہو گی۔ وہاں ایسی چیز کو روا نہیں رکھا جائے گا، جو مُنکر ہو اور شرفِ انسانی کی تذلیل کا باعث ہو۔

حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی سے کوئی ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی۔ وہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس کا نام ''محمد'' تھا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو خطاب کر کے فرمایا:

''اے فلاں شخص یا تو آج سے تم اپنا نام بدل لو یا اپنے افعال کو۔ کیونکہ میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ تم اپنے اخلاق سے گری ہوئی حرکتیں کرو اور کوئی یہ کہے کہ محمد نے یہ جُرم کیا ہے۔''

گر نہ داری از محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگ و بُو
از زبانِ خود نیاوُر نامِ اُو

اگر تم میں یہ بالیدگیاں نہیں ہیں تو تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم ''محمد'' کا نام اپنی گندی زبان پر لاؤ۔ نام تو تمہارا ''محمد'' ہو اور کام بُرے کرو۔ اور لوگ کہتے رہیں کہ محمد نے یہ کام کیا ہے۔

آیئے غور کریں کہ ہم کہلواتے کیا ہیں اور کرتے کیا ہیں۔

تم اس خزاں زدہ گلشن میں بہار بن کر آئے ہو تو تمہاری آمد سے یہ ایسی کائنات بن جائے کہ یہاں غنچے چٹک رہے ہوں۔ عندلیبیں نغمے بکھیر رہی ہوں۔

خوشیاں ہی خوشیاں چاندنی ہی چاندنی اور ہر سُو مسرتوں کا گلشن کھلا ہو۔ یہ کام کوئی آسان نہیں جو نور اور روشنی کا چراغ لے کر ظلمتوں سے نبرد آزما ہوا کرتے ہیں، انہیں بڑی

Marfat.com

مشکلات آتی ہیں۔ لیکن ان طوفانوں سے اور شرارِ بولہبی سے مقابلہ تو بہر طور کرنا ہوگا۔ انسان میں تو اتنی قوت نہیں، صرف ایک ہی قوت ہے کہ جس سے وہ مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور وہ ہے ایمان کی قوت۔ اس لیے فرمایا:

"کہ ایمان کی قوت کا چراغ روشن کرو، جب یہ آ جائے گی تو پھر کوئی مشکل، مشکل نہیں رہے گی۔ اُٹھو اور دُنیا کو بتا دو کہ ہم مشکلات کے اس ہمالہ کو ریزہ ریزہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

ہم حق کے غلبہ کے لیے بڑے سے بڑے طوفان سے ٹکرانا جانتے ہیں۔ ہمیں شدادوں اور فرعونوں کا مُنہ توڑنا آتا ہے اور ہم نارِ نمرود میں کُود کر اُسے گلزارِ خلیل بنا دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا مقام پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بھی بخشے۔ آمین!

مورخہ 6 مئی 1977ء قبل نمازِ جمعہ

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ.....الخ

میں نے جو سُورۂ مبارکہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں ایک مشہور واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ حبشہ ایک ملک ہے۔ اس کا ایک صوبہ یمن تھا، جس کے گورنر کا نام ابرہہ تھا۔ وہ بڑے رعب اور دبدبہ والا گورنر تھا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ ساری دنیا جو خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کے لیے جاتی ہے، کیوں نہ میں ایسا انتظام کردوں کہ یہ بھی میرے پاس ہی آئیں۔ جس طرح میں ملک کا سیاسی حاکم ہوں۔ اسی طرح لوگ مذہبی طور پر بھی مجھے عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھیں اور جس طرح مکہ مکرمہ دنیا کی نگاہوں کا مرکز ہے ایسے ہی ہمارا شہر لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز ومحور بن جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے اُس نے خانہ کعبہ کی طرز پر ایک خوبصورت مکان بنوایا۔ ایک گھر بنایا اور لوگوں کو دعوت دی کہ وہ اَن گھڑی اینٹوں، اور پتھروں کے بنے ہوئے گھر کو چھوڑ کر اس سنگِ مرمر کے بنے ہوئے خوبصورت ترین مکان کے طواف کو آئیں۔ لیکن اس کی ساری کوششوں کے باوجود کوئی ایک فرد بھی اس مکان کی زیارت کے لیے نہ گیا۔ اس کی ساری کاوشیں ناکام ہوگئیں۔ اُس کے سارے منصوبے پیوند خاک ہوگئے۔ اس نے سرداری کا جو خواب دیکھا تھا وہ فضاء میں تحلیل ہوگیا۔ ابرہہ کے غصے کی انتہا ہوگئی۔ وہ طاقت اور اقتدار کے نشہ میں بدمست ہوگیا۔ اور اس نے خانہ کعبہ کو گرانے کا ناکام منصوبہ بنایا تاکہ یہ قصہ ہی پاک ہو جائے۔ چنانچہ مست ہاتھیوں کے ایک لشکرِ جرار کے ہمراہ وہ اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے چڑھ دوڑا۔ خانہ خدا کے قریب پہنچ کر وہ رُک گیا اور اُس نے حضرت عبدالمطلب کے اُونٹ پکڑ لئے۔ آپ کو پتہ چلا تو آپ تشریف لائے۔ نورِ محمدی کا جلال وجمال چہرے سے مترشح تھا۔ ابرہہ احترام کے لیے کھڑا ہوگیا۔ اُس پر ایسا رعب اور دبدبہ چھایا۔ اُس نے دل میں سوچا کہ یہ جو بات بھی کہیں گے میں مان جاؤں گا۔ اُس نے پوچھا ”کیسے تشریف

Marfat.com

لائے۔'' آپ نے فرمایا'' آپ نے میرے اونٹ پکڑ لیے ہیں وہ لینے کے لیے آیا ہوں۔'' ابرہہ نے کہا'' میں نے تو خیال کیا تھا کہ آپ مجھ سے خانہ کعبہ پر حملہ نہ کرنے کی درخواست کریں اور اپنے اونٹ نہیں مانگیں گے۔'' آپ نے فرمایا'' خانہ کعبہ کا مالک اللہ ہے، اُس کی حفاظت اُس کا اپنا مالک کرے گا۔ اونٹوں کا مالک میں ہوں مجھے اپنے اونٹ چاہئیں۔'' ابرہہ خوش ہوگیا کہ اب میرے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ لیکن جب اُس نے مست ہاتھیوں کے ساتھ حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے ابابیل بھیج کر انہیں تہس نہس کر دیا۔ اس لشکر کا نام ونشان تک مِٹ گیا اور سارا لشکر میدانِ جنگ میں کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح بکھر گیا۔

آپ نے دیکھا کہ جب ابرہہ نے طاقت کے نشہ میں دھت ہوکر خانہ خدا کو تباہ کرنے کی کوشش کی تو خدا نے اپنی قدرت سے باطل کا سرِ غرور خاک میں مِلا دیا۔ لیکن کیا ہمیشہ ایسا ہوتا آیا ہے؟ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اُسی بار نہیں بلکہ کئی بار خانہ خدا پر دشمنانِ خدا نے حملہ کا ناپاک منصوبہ بنایا۔ منجنیقوں سے گولہ باری کی گئی۔ اس کا غلاف جل گیا۔ ایک دیوار منہدم ہوگئی۔ قرامطہ نے صحنِ حرم میں عین حالتِ احرام اور نماز میں ہزارہا حاجیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیا۔ صحنِ حرم حاجیوں کے خون سے رنگین ہوگیا۔ وہ نیم جان تڑپتے رہے اور ظالم رقصِ بسمل کا تماشا دیکھتے رہے۔ لیکن کوئی آندھی نہ آئی، کوئی طوفان نہ اٹھا۔ کوئی زالہ باری نہ ہوئی اور ظاہری طور پر کوئی ایسے آثار نمودار نہ ہوئے کہ دشمن تہس نہس اور نیست ونابود ہو جاتا۔ جبینِ فطرت پر کوئی شکن تک بھی نہ آئی۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ خانہ کعبہ اس وقت (ابرہہ کے زمانہ میں) خدا کا گھر تھا اور اب نہ تھا۔ یا اس وقت خدا میں دفاع کی قوت تھی اور اب نہ تھی؟ نہیں۔ اس کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہ تھا بلکہ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں۔ اس کی وجہ ایک ہی ہے کہ محمد عربی ﷺ کی تشریف آوری اور آپ ﷺ کی اُمت کے معرضِ وجود میں آنے سے قبل یہ بے شک خدا کا کام تھا کہ وہ ابابیلوں سے اپنے گھر کی حفاظت کرائے۔

Marfat.com

مچھر جیسی کمزور ترین مخلوق سے نمرود جیسے جابر وظالم کو نیست ونابود کرا دے۔ مگر آپ کی تشریف آوری کے بعد آپ کے غلاموں کے ہوتے ہوئے خدا کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ زمین پر محمد عربی ﷺ کے غلام بھی موجود ہوں اور پھر حق کی حفاظت کے لیے آسمان سے ابابیل یا کوئی اور مخلوق بھی نازل ہو۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا اب اپنے بندوں کی مدد نہیں فرمائے گا۔ نُصرتِ خداوندی اب مجاہدین کا استقبال نہیں کرے گی۔ ''ایسا ہرگز نہیں۔'' بلکہ باطل کو ختم کرنے کے لیے اور خدا کے دین کی حفاظت کے لیے فرشتے اب بھی نازل تو ہوں گے۔ لیکن آگے آگے آپ ہوں گے اور آپ کے پیچھے پیچھے فرشتے ہوں گے۔ میدانِ جہاد میں آپ ہوں گے اور نُصرتِ الٰہی آپ پر سایہ فگن ہوگی۔ بدر کے میدان میں دشمن سے پنجہ آزما ہونا تیرا کام ہے اور تیری نصرت کے لیے فرشتوں کو آسمان سے قطار اندر قطار بھیجنا خداوند کریم کا کام ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

(اقبالؒ)

اس لیے آپ سب دین حق کی حفاظت کے لیے کمر بستہ رہیں۔ کیونکہ یہ فرض آپ ہی کو نبھانا ہے۔ انشاء اللہ کامیابی وکامرانی آپ کے قدم چومے گی۔ کیونکہ حق کو دنیا کے سامنے اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ پیش کرنا اب امّتِ محمدیہ کا ہی کام ہے۔ اسے ثابت کرنے کے لیے سر کی قربانی بھی کیوں نہ دینی پڑے۔ کیونکہ سر دے کر حق کا بول بالا کرنے سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ میرا نظریہ اٹل ہے اور اس پر میرا ایمان اتنا واضح اور ٹھوس ہے کہ اگر سر ایک بار نہیں لاکھ بار بھی دینا پڑے تو یہ سعادت ہے ایسی ہی اٹل گواہی ہے جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کی۔ اور ہمیں بھی ضرورت کے وقت ایسا ہی کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہمیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے جتنی بھی مصائب ومشکلات پیش آئیں گی ہمیں اُن پر قطعاً افسوس نہیں ہوگا۔ حضرت طارق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

Marfat.com

وَلَسْنَا نُبَالِیْ کَیْفَ سَالَتْ نُفُوْسُنَا

اِذَا نَحْنُ اَدْرَکْنَا الَّذِیْ کَانَ اَجْدَرَا

یعنی جب ہم اُس مقصد کو حاصل کرلیں جو بلند تر ہے، تو ہم اس چیز کی پرواہ نہیں کیا کرتے کہ کتنا خون بہہ گیا۔ کتنے لاشے تڑپ گئے اور کتنی گردنیں کٹیں۔ کیونکہ ہمیں جان نہیں اپنا مقصدِ حیات عزیز ہے۔ اور جب مقصد حاصل ہو جائے تو ان قربانیوں کی ہمیں قطعاً پروا نہیں ہوتی۔

آج بھی ہم جو تکالیف، جو مصائب برداشت کر رہے ہیں۔ اس کے بعد اگر ہمارا مقصد و مدعا حاصل ہو جائے، ملک میں نظامِ مصطفٰے قائم ہو جائے، ناموسِ اسلام کا تحفظ ہو جائے۔ ابرہہ اور اس کا لشکر نیست و نابود ہو جائے تو ہمیں اس بات کی پروا نہیں ہوگی کہ ہمارا کتنا خون بہہ گیا، کیسے بہہ گیا، کتنی جوانیاں خاک اور خون میں مِل گئیں۔ کیونکہ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مورخہ 19 اپریل 1977ء بعد نمازِ فجر

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ (طٰہٰ:26-125)

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے بڑی پُر جلال ہے۔ اگر دل بینا ہو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور اس کی یاد سے غفلت ناممکنات سے ہے۔ فرمایا:۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى

ہوتی اس کے پاس ہر چیز ہے، مکانات، باغات، مال و دولت کے ڈھیر، جاہ و حشمت، جوڑے اور گھوڑے، لیکن اُسے خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ خوشی و مسرت کا چراغ اس کے دل سے بُجھا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب کئی طرح کے ہوتے ہیں لیکن یہ عذاب بہت ہی بڑا ہے کہ وہ کوئی شے عنایت فرما دے، عطا کر دے لیکن اس کے استعمال سے محروم کر دے۔ آپ نے شاید سنا ہوگا کہ ''فورڈ'' امریکہ کا امیر ترین آدمی تھا۔ فورڈ بسوں، ٹرکوں، ٹریکٹروں وغیرہ کی کمپنی اسی کی ملکیت تھی۔ اس کے ٹرک اور بسیں وغیرہ کیڑوں کی طرح دنیا کی سڑکوں پر رینگ رہے ہیں۔ اس کی دولت کا اندازہ لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ اس کے روپے پیسے، سونے چاندی کے ڈھیر اور محلات بے حد و شمار ہیں لیکن اس کے معدے میں ایک ایسی بیماری تھی کہ نہ وہ روٹی کھا سکتا تھا اور نہ ہی طرح طرح کے پھلوں سے لطف اندوز ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی وہ ہزار نعمتیں جن سے ہماری زندگی میں فرحت اور تازگی ہے، اُن سے وہ محروم کر دیا گیا۔ وہ گندم کے چھان میں نمک ڈال کر کھاتا لیکن نعمت کے یہ دسترخوان جو خدا نے بچھا رکھے ہیں، سب کچھ دے کر بھی محروم کر دے تو وہ قادر ہے اور اس نے اُسے محروم کر دیا تو فرمایا جو میری یاد

Marfat.com

سے غافل ہیں، جن کی زندگی نافرمانی میں گزر رہی ہو، اُن کو ہم دو سزائیں دیتے ہیں۔

1۔ ہم زندگی کا لباس ان پر تنگ کر دیتے ہیں وہ ایسی گھٹن اور تنگی محسوس کرتا ہے کہ راحت وخوشی کا وہاں گزر بھی نہیں ہوتا۔ یہ کاروں اور کوٹھیوں والے اور ان کی سج دھج کو دیکھ کر آپ منہ میں پانی نہ بھر لایا کریں بلکہ معلوم نہیں اُن کے دل میں کیسی قیامت برپا ہوتی ہے۔ کیسی ذہنی کشمکش کا وہ ہر وقت شکار رہتے ہیں اور انہیں کس محشر سے واسطہ پڑا رہتا ہے۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین!

ذرا غور کریں ہمیں کوئی تکلیف نہیں معمولی سی پابندی ہے۔ پھر بھی ہم اُسے ایک بڑی سزا محسوس کرتے ہیں۔ تو اگر خدا انسان کو ہمت وقوت دے کر اس سے فائدہ اٹھانے کی قدرت سے محروم کر دے تو اس سے بڑی سزا کیا ہو سکتی ہے۔ یہ سزا اس دنیا میں مختلف طرح سے ہو سکتی ہے۔ اولاد تو عطا فرما دی لیکن نافرمان۔ ہر جگہ بدنام۔ کبھی کہیں جوتے کھا رہے ہیں کبھی کسی جرم میں پکڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح دولت ہے۔ لیکن طرح طرح کی ضلالتوں کا سبب بنتی ہے۔(1) تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہیے کہ وہ ایسی آزمائشوں سے

---

(1) مال ودولت کی بے ثباتی کے بارے میں حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے الا ان الدنیا ملعونة وملعون فیها الا ذکر اللّٰه وما والا وعالم اومتعلّم۔ آگاہ رہو کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی پسندیدہ چیزوں اور عالم یا علم سیکھنے والے کے (مشکوٰۃ شریف)

ایک اور حدیث پاک میں آپ فرماتے ہیں "انما یکفیک من جمع المال خادمٌ ومرکبٌ فی سبیل اللّٰه" تجھے مال جمع کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ تیری ضرورت کے لیے دو چیزیں کافی ہیں۔ ایک خادم اور ایک گھوڑا جس سے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کام کرے۔ (مشکوٰۃ شریف، کتاب الرقاق) ان احادیث سے مال ودولت اور دنیا کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ آج کل بعض لوگوں کے ہاں روپے پیسے کی ریل پیل دیکھ کر لوگ خدا سے شکوہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی حکمت بیان فرمائی (ترجمہ)

"جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ بلند وبرتر کسی آدمی کو باوجود اس کے کھلم کھلا گناہوں کے دنیا کی نعمتیں اور مال وجاہ دے رہا ہے اور جو وہ چاہتا ہے اسے مل جاتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ اس کو رفتہ رفتہ گناہوں میں بڑھایا جا رہا ہے تاکہ آخر میں اسے سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی" پس جوان باتوں کو بھول گئے جو انہیں یاد دلائی گئی تھیں، تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے مال وجاہ پر اترا گئے، تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا اور وہ بے بس ہو کر رہ گئے" (مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الرقاق)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

محفوظ رکھے۔

2: جب وہ قبر سے اُٹھے گا جو میرے حضور سر نہیں جھکاتا تھا، اس کی آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی تھی۔ وہ اپنے فارغ اوقات کو لہو ولعب میں بسر کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اسے کبھی میرے حضور حاضری دینے کی توفیق نہ ہوئی۔ تو جب قبر سے اٹھے گا، اندھا ہو کر اُٹھے گا۔ اُسے کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ اس کی آنکھوں کی روشنی اور بینائی سلب ہو جائے گی۔ وہ کہے گا، یا اللہ تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ میری آنکھیں تو بینا تھیں۔ بالکل ٹھیک اور درست تھیں۔ میں نے تو چاند کی روشنی میں بڑی باریک تحریریں پڑھی ہیں۔ میری آنکھیں تو بڑی خوبصورت تھیں، مجھے اس سے کیوں محروم کر دیا گیا۔

جواب ملے گا "قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى" جب تو دنیا میں تھا، ہمارا وعظ تمہیں سُنایا گیا۔ ہمارا پیغامِ حق تمہیں پہنچایا گیا۔ سیدھے راستے کی طرف تیری راہنمائی کی گئی۔ تمہیں خبردار کیا گیا کہ تم نے جو یہ زندگی اپنا رکھی ہے، اس کا انجام خطرناک ہے۔ اسے ترک کر دے۔ میری آیتیں تیرے پاس آئیں لیکن تم نے اُن پر غور نہ کیا۔ عمل نہ کیا۔ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى اس تھوڑی سی فانی زندگی میں تو نے مجھے فراموش کر دیا، اب اس باقی زندگی میں میری رحمت تیری دستگیری نہیں کرے گی۔

آپ غور کریں کتنی پُر جلال ہیں یہ آیتیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

"اگر ہم ان پُر جلال اور پُر رعب آیتوں کو پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔"

کیا ان آیتوں پر غور کرنے سے یہ بات پتہ نہیں چلتی؟ کیا ہم نہیں سوچتے؟ کیا ہم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مال و دولت کی اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پر اترائیں نہیں بلکہ اسے خدا کے راستے میں خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے دولت خرچ کرنے والے ہی خوش قسمت اور کامیاب ہیں اور فرعون ونمرود کی طرح دولت پر سانپ بن کر بیٹھنے والے ہی خائب وخاسر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (مرتب)

Marfat.com

جو روِش اپنا رکھی ہے، جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے اس پر جو نتائج نکلیں گے، جو نتائج مرتب ہوں گے ان کے برداشت کی ہم میں ہمت ہے؟ ہرگز نہیں۔!

تو جس چیز کے برداشت کی ہمت ہی نہ ہو۔ اس کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ تو آیئے خدا تعالیٰ کے حضور توبہ کریں، اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ کیونکہ جو بندہ خدا کی یاد کو دِل سے بھلا دیتا ہے، خُدا اس کے دل کو ویران کر دیتا ہے۔ خوشی و مسرت کی بہاریں وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتیں۔ اور بلبل کے روح پرور نغمات وہاں سنائی نہیں دیتے۔

آج ہم یہ بہانہ کر دیتے ہیں کہ ہمیں فرصت نہیں ملتی۔ کیا کریں وقت نہیں ملتا کہ خدا تعالیٰ کے حضور سرِ نیاز جھکا سکیں۔ افسوس ہے کہ دنیا کے ہر کام کے لیے تیرے پاس وقت ہے لیکن اپنے خالق کے سامنے جھُکنے کے لیے تیرے پاس وقت نہیں۔ خدا کی نافرمانی کے لیے تیرے وقت کی ساری گھڑیاں فارغ ہیں۔ اگر وقت نہیں تو صرف اس کی تابعداری کے لیے نہیں۔ حیرت ہے!

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی مصروف ہو سکتا ہے۔ مملکتِ اسلامیہ کا خلیفہ اور سربراہ راتوں کو مدینہ کی گلیوں میں پہرہ دیتا۔ پچھلی رات اپنے خالق کے حضور رو رو کر اس کی ابدی رحمتوں کے خزانے لُوٹتا۔ دن کو مملکت کا کاروبار، جھگڑوں اور مقدمات کے فیصلے، فوج اور عدلیہ کی نگرانی، وسیع و عریض مملکت کا بوجھ، رعایا کی خبر گیری، لڑائیوں، مہمات اور جنگی اسکیموں کی تیاری وغیرہ کتنے امور تھے جن سے مردِ واحد کو واسطہ تھا۔ لیکن کیا دنیا کا کوئی انسان یہ بتا سکتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نمازِ پنجگانہ تو کجا ان کی نمازِ تہجد بھی قضا ہوئی ہو۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم خدا کی تابعداری کو ثانوی حیثیت بھی نہیں دیتے۔ اولیت ان امور کو دیتے ہیں جو ہماری دنیا اور ذاتی مفاد سے متعلق ہوں۔ لیکن دوستو دنیا کی ہر چیز مل سکتی ہے مگر گیا ہوا سانس واپس نہیں آ سکتا۔ یہ کوہِ نور ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ بزرگوں کے نزدیک "جو دم غافل سو دم کافر" والا معاملہ ہے۔ کاش ہمارے دل میں یہ تصور پختہ ہو جائے کہ ہمیں ایک روز اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ اور پھر ان

Marfat.com

اعمال کے مطابق نہ ختم ہونے والی زندگی گزارنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے نہ کرے، جن کی آنکھوں کا نور وہ سلب کر لیا کرتا ہے۔ خدا ان لوگوں میں سے کرے جو چٹائی پر بیٹھے ہوتے ہیں، رُوکھی سوکھی کھاتے ہیں لیکن وہ اپنے آپ کو ''سلطانِ زمان'' سے کم نہیں سمجھتے۔ جن کے لیے جنت کی حوریں ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لیے چشم براہ ہوں گی۔ اور جنت کی بہاریں ان کی راہ تک رہی ہوں گی۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے کرے۔ آمین! ثم آمین!

مورخہ 4 مئی 1977ء بعد نماز فجر

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ عَمْرِوْ بْنِ مَیْمُوْنِ الْاَوْدِیَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَھُوَ یَعِظُہُ اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ ھَرَمِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَحَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ۔

برادرانِ گرامی مرتبت! آج میں نے آپ کے سامنے ایک حدیث پاک پڑھی ہے۔ یہ ایک وعظ ہے جو سیّد الواعظین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو فرمایا۔ اس سے زیادہ مؤثر اس سے زیادہ انسان کی قسمت کو بدلنے والا اور کون سا وعظ ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِغْتَنِمْتُمْ.....شبابک قبل ھَرَمِکَ (جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو) جب قوت ہو، جوانی ہو، طاقت ہو، یہ خیال نہ کرو کہ یہ ہمیشہ رہیں گی۔ یہ جوانی ڈھل جانے والی چیز ہے۔ آج ہے کل نہیں، پھر بڑھاپا آجائے گا۔ جب جوانی ہو اس وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کر لو۔ جبکہ تم کھڑے ہو کر لمبی لمبی رکعتیں پڑھ سکتے ہو۔ جب تم طویل سجدے کر سکتے ہو۔ جب تمہارے کان اور آنکھیں عبادت میں مصروف ہو سکتی ہیں اور اس بڑھاپے کو پیش نظر رکھو جب تمہارے ہاتھوں میں رعشہ پڑ جائے گا۔ جب تمہاری ٹانگیں کانپنے لگیں۔ جب تمہارے کان سُننے کی قوت سے عاری ہو جائیں اور جب تمہاری آنکھیں دیکھ نہ سکیں۔ آپ اس وقت کہیں گے کاش میرے حواسِ خمسہ میرا ساتھ دیتے تو میں رات دِن مصروف رہتا۔

اس لیے آج اپنے خداوند کریم کے حضور اپنی جبینِ نیاز جھکا لو۔ لیکن جب ذوقِ فراواں کی یہ قوت جواب دے جائے گی، تو پھر کفِ افسوس ملنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ جوانی کے دن اپنے نفس کو خوش کرنے کے دن ہیں۔ عیش و عشرت اور

Marfat.com

دیوانگی کے دن ہیں۔ اور جب بڑھاپا آئے گا تو خدا کو راضی کر لیں گے۔ اس کے سامنے جھک جائیں گے اور اپنے رب کو منا لیں گے۔ یہ درست ہے کہ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے، وہ بخش سکتا ہے، وہ معاف کر سکتا ہے، وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ رمضان کا سارا مہینہ برکت والا ہے۔ اس کی ایک ایک رات برکتوں والی ہے، لیکن اس میں ایک ایسی رات بھی ہے، جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ کتنی افضل ہے اس حقیقت تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک ہی رات گرمیوں میں دس گھنٹے کی اور اگر سردیاں ہوں تو چودہ گھنٹے کی ہوتی ہے۔ لیکن ہزار ماہ سے افضل، بہتر اور کئی گنا بہتر۔

اگرچہ رمضان کا مہینہ اور اس کی ساری راتیں اور ساری گھڑیاں افضل ہیں مگر لیلۃ القدر سب سے افضل، مومن کی زندگی بھی ایسی ہی ہے، جیسے رمضان کا مہینہ، اس کا اوّل بھی خیر اور آخر بھی خیر، لیکن جس طرح رمضان کے مہینہ میں لیلۃ القدر کا مقابلہ نہیں، اسی طرح انسان کی زندگی میں جوانی کی گھڑیوں کا بھی کوئی مقابلہ نہیں۔

قیامت کے روز جن پانچ سوالوں کے جواب دیئے بغیر آدم کے بیٹے کے قدم اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائیں گے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ پوچھے گا، بتا! میں نے تجھے جوانی دی تھی تو نے اسے کن باتوں میں گنوایا۔؟ تو کیا اس سوال کا جواب دینے کی ہم میں ہمت ہے۔ جب سورج سر پر چمک رہا ہوگا۔ انسان پسینے میں غرق ہوں گے۔ اس وقت ہمارا کیا حال ہوگا؟

جس نے یہاں نبی کریم ﷺ کی زندگی کو خضرِ راہ بنایا، سحر خیزی میں جوانی کے دن گزارے تو اس کا مقابلہ زندگی کی کوئی اور گھڑی نہیں کر سکتی۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا "خذ من شَبَابِکَ لھرمِک" جب کان سُن سکتے ہیں، آنکھیں دیکھ سکتی ہیں پاؤں چل سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو۔ اور ایک وقت وہ بھی آئے گا جب بڑھاپا تمہیں اپنے چنگل میں جکڑ لے گا۔ اس لیے جوانی کے دنوں کو غنیمت جانو اور خدا کی یاد میں گزار لو۔

Marfat.com

دوسرا ارشاد فرمایا:۔ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقْمِکَ (اور صحت کو بیماری سے قبل غنیمت جانو) یہ صحت یہ قوتیں اور توانائیاں جو تمہارے انگ انگ سے ٹپک رہی ہیں، یہ بھی جواب دے سکتی ہیں۔ جوانی میں ٹی بی اور دیگر بیماریاں بستر پر ڈال سکتی ہیں۔ اس لیے نصیحت فرمائی کہ "خُذْ مِنْ صِحَّتِکَ" جب صحت درست ہو، جب تو اپنی مرضی کے مطابق جاگ سکتا ہو، کام کر سکتا ہو تو اس غرور میں نہ رہے کہ یہ صحت سدا اسی طرح رہے گی، بلکہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ بستر سے اُٹھ کر مسجد جانے کی بھی تم میں ہمت نہ ہوگی۔ اس لیے جب ہاتھ اور پاؤں ساتھ دے رہے ہوں تو اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا بلکہ ایسا دن بھی آ سکتا ہے کہ تو درد سے تڑپ رہا ہو، بلبلا رہا ہو اور چیخیں مار رہا ہو۔ اس لیے صحت میں اللہ کی عبادت کی عادت ڈال لو، تا کہ بیماری میں بھی یہ عبادت کر سکو۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے کہ میرا یہ بندہ جب صحت مند ہوتا تھا تو فلاں فلاں عبادات کیا کرتا تھا۔ آج یہ بیمار ہے اور تہجد نہیں پڑھ سکا۔ نوافل ادا نہیں کر سکا تو آج اس کے نامہ اعمال میں تہجد اور نوافل لکھ دے تا کہ اس کے نامہ اعمال میں کسی قسم کی کمی نہ آئے۔

ایک اور ارشاد ہے کہ اس کی نیند، بھوک اور پیاس واپس لے لو۔ پھر اس کے گناہوں کی گٹھڑی بھی اس کے سر سے واپس لے لو۔ اور جب بیماری کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی نیند، بھوک اور پیاس واپس کر دو۔ فرشتہ عرض کرتا ہے، اے ربّ کریم! نیند، بھوک اور پیاس تو واپس کر دی کیا گناہوں کی گٹھڑی بھی واپس کر دوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، نیند، بھوک اور پیاس واپس کر دو لیکن وہ گناہ میں نے معاف کر دیئے ہیں ان پر قلم پھیر دو اور انہیں واپس نہ کرو۔ ذرا سوچیے! کہ کون سی ایسی چیز ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ ہماری خوشیاں بھی فانی، ہمارے غم بھی فانی، ہماری زندگی بھی ختم ہونے والی۔ تو سمجھتا ہے کہ جب صحت ہو تو سینما جانا چاہیے۔ خوشی سے بھنگڑا ڈالنا چاہیے۔ اور جب بیماری ہو تو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے۔ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت عبادت پسند کرتا

Marfat.com

ہے۔لیکن لطف تو تب ہے کہ تیری صحت ہواور تو خداوند کریم کے حضور جھک رہا ہو۔

پھر فرمایا اِغْتَنِمْ.....وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ (اور فرصت کو مصروفیت سے پہلے غنیمت جانو) یعنی جب تجھے فراغت ہو، پابندی نہ ہواور تو اپنے وقت کا خود مالک ہو (جیسے ہم یہاں جیل میں ہیں) تجھے فکراور پریشانی نہ ہو۔ جب ایسے فرصت اور فراغت کے لمحے ہوں تو انہیں ضائع نہ کرو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے۔کل ایسا وقت آجائے کہ تمہاری فکراور پریشانی بڑھ جائے۔ تمہارے سکون کے لمحات ختم ہو جائیں، تمہیں مقدمات اور لڑائی جھگڑے درپیش ہو جائیں۔لیکن جب تجھے ایسی پریشانیاں نہ ہوں جب فرصت اور فراغت کے لمحے نصیب ہوں تو انہیں ایسے خرچ کیا کرو کہ جب مصروفیت کے لمحے آجائیں تو تجھے پریشان نہ ہونا پڑے۔

زندگی کے لمحات کو صحیح اور مناسب طور پر خرچ کرنے کا کلیہ خود نبی کریم ﷺ نے ایک حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا۔آپ ﷺ فرماتے ہیں:۔

کہ غیر ضروری اُمور کو ترک کر دینے میں اسلام کا حُسن ہے۔کتنا جامع، پیارا اور ہمہ گیر کلیہ ہے۔یعنی جن کاموں کے بغیر ہمارا گزارا ہوسکتا ہے، وہ چھوڑ دینے چاہئیں اور جن کے بغیر ہمارا گزارا نہیں ہوسکتا انہیں ضرور کرنا چاہیے۔فرائض ضرور ادا کرنے چاہئیں۔ جب ایک انسان اس کی بنیاد بنا کر اپنا وقت تقسیم کرے گا تو اُسے قلّتِ وقت کی کبھی شکایت نہ ہوگی۔ معاشیات میں ترجیحات کا اصول اپنایا جاتا ہے۔اکثر ممالک خصوصاً ترقی پذیر ممالک کا اپنے بجٹ اور ترقیاتی منصوبوں کے بغیر گزارا نہیں ہوسکتا۔ جو ضروری ہیں وہ ضرور پایہ تکمیل کو پہنچائے جائیں۔اور جن کے بغیر گزارا ہوسکتا ہے انہیں ملتوی کر دیا جائے۔محدود وسائل کے ہوتے ہوئے لامحدود خواہشات کے ساتھ اسی طریقہ سے نپٹا جا سکتا ہے۔ جو کُلیہ چودہ سو سال بعد دنیا اپنا رہی ہے نبی معظم ﷺ نے اس کے بارے میں قبل ہی ہمیں آگاہ فرما دیا تھا۔کاش ہم اپنے حکیم نبی ﷺ کے ان ارشادات پر عمل کرتے اور دنیا میں مہر و ماہ بن کر چمکتے۔

Marfat.com

پھر فرمایا۔ اَغْتَنِمْ.....وَحَیاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ (زندگی کو موت سے قبل غنیمت جانو) یہ زندگی کا آفتاب ہمیشہ طلوع نہیں رہے گا۔ اسے ڈھلنا اور ڈوبنا بھی ہے۔ اسے اس طرح خرچ کرو کہ جب دنیا سے جاؤ تو تمہیں افسوس نہ کرنا پڑے۔ ذکرِ الٰہی کے نور سے تیری قبر جگمگا رہی ہو۔ اور درود شریف کی برکت سے وہاں رحمتیں ہی رحمتیں ہوں۔ یہ نہ ہو کہ صحت ہو تو تو کہے کہ اب بھنگڑا ڈال لیں پھر خدا کو راضی کر لیں گے خدا کے حضور جھک جائیں گے۔ یہ نہ ہو کہ فراغت کے لمحے تجھے میسر ہوں اور تو انہیں یونہی ضائع کرتا رہے اور یہ کہے کہ آنے والے وقت میں خدا کی رضا حاصل کر لیں گے۔ یہ نہ ہو کہ تو زندہ رہے اور خدا کی یاد سے غافل رہے۔ اور جب موت تیرے سامنے کھڑی ہو تو تو افسوس کر رہا ہو اور توبہ کر رہا ہو۔ اور یہ حسرت کر رہا ہو کہ کاش اب مجھے دنیا میں کچھ وقت اور دیا جائے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

”قبر تو دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔“

تو ہم کوشش کریں کہ ہماری قبر دوزخ کا گڑھا نہ ہو بلکہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے غلاموں کو یہی نصیحت فرمائی اور آج بھی آپ ﷺ کا یہی فرمان ہمارے جادۂ حیات کو کہکشاں بنا سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مورخہ 24 اپریل 1977ء بعد نمازِ فجر
ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ ایک بڑی پیاری، ایمان افروز اور حقیقت افروز حدیث ہے۔ ایک دن نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ طواف کرتے کرتے آپ ٹھہر گئے۔ ٹھہر کر رخ مبارک کعبہ کی طرف کر کے کہا:

"اے اللہ تعالیٰ کے گھر تو بڑا ہی پاکیزہ ہے۔ اور تو بڑا عزت والا ہے۔ تیری پاکیزگی، عزت اور شان کی کوئی حد نہیں۔ لیکن مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مومن کی جان اور مومن کا مال اور مومن کی آبرو تجھ سے بھی خدا کے حضور زیادہ شان والی ہے۔" (ابن ماجہ)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تو بڑا عزت والا ہے پاکیزگی اور شان والا ہے۔ لیکن بندۂ مومن کا مال تجھ سے بھی مرتبے اور شان و عظمت میں زیادہ ہے۔ ثابت یہ ہوا کہ جناب ہادی اعظم ﷺ نے انسانیت کو جو شرف عطا فرمایا وہ کسی اور نے نہیں دیا۔

اسلام سے قبل لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کرتے تھے، ظلم کرتے تھے اور عزتیں پامال کرتے تھے۔ لیکن آپ کی تشریف آوری کے بعد انسانیت کا خفتہ بخت بیدار ہو گیا۔ کائنات کے نصیب جاگے اور انسانیت کو وہ شرف نصیب ہوا کہ نہ کوئی غریب رہا اور نہ امیر، عزت و ذلت کے پیمانے بدل گئے۔ اب عزت دار وہ نہیں تھا جو مال و دولت کے خزانوں کا مالک تھا بلکہ "اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ" (1) (الحجرات آیت 13)

یہی بات تھی کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سویا نہیں کرتے تھے بلکہ سارا دن کام کرنے کے باوجود رات کو مدینہ کی گلیوں میں چکر لگاتے کہ کوئی پریشان حال نہ ہو۔ کوئی تکلیف میں مبتلا نہ ہو۔ سارا دن مملکت کا کام کرنا اور رات کو مدینہ کی گلیوں میں پہرہ دینا یہ اسی کی نگاہ کرم کا فیض تھا۔

1۔ بے شک اللہ کے نزدیک عزت و تکریم والا وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔

Marfat.com

جن کے خلاف ہم نے محاذ بنایا ہوا ہے اور ہم اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں، انہیں اپنی ذات عزیز ہے۔ اور بندہ مومن کے خون کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ گلیاں اور بازار خون کے چھینٹوں سے رنگین ہو رہے ہیں۔ قوم کی ماؤں اور بیٹیوں پر لاٹھیاں برس رہی ہیں۔ شرم وحیا کو سرِ بازار رُسوا کیا جا رہا ہے لیکن ان کی جبین پر شکن تک نہیں آتی۔ انہیں یہ خیال ہی نہیں کہ کل قیامت کے روز یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی انا کی تسکین اور ذات کے تحفظ کے لیے غیرت وعزت کو کچل کر رکھ دیا تھا کہ تم نے قوم کی ناموس کو نیلام کیوں کیا تھا؟

جہاں اربابِ حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے وہاں ہمیں بھی یہ سوچنا چاہئے کہ ہماری وجہ سے کسی کی بے عزتی تو نہیں ہو رہی۔ کسی کی آبرو پر حرف تو نہیں آ رہا۔ اور کوئی ہماری وجہ سے فریاد کناں تو نہیں ہے۔

ایک دن حضور ﷺ مدینہ طیبہ کی منڈی میں گئے وہاں گندم کے ڈھیر لگے ہوئے تھے آپ ﷺ نے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرتے ہوئے اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیا۔ انگلیوں کے پوروں کو بھیگی بھیگی گندم محسوس ہوئی آپ ﷺ نے دانے باہر نکالے اور مالک سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ کہ اوپر تو خشک دانے ہیں اور اندر بھیگے ہیں۔

اس نے عرض کیا کہ میں نے یہ گندم فروخت کرنے کے لیے گھر رکھی تھی۔ لیکن فروخت نہ ہو سکی۔ پھر کل یہاں لایا۔ رات کو بارش کی وجہ سے بھیگ گئی۔ میں نے خشک کر کے اوپر ڈال دی اور بھیگی ہوئی نیچے تا کہ فروخت ہو جائے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے صرف ایک یہ بات فرمائی "مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا۔" جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ تو نے دھوکہ کیا ہے کہ خشک اوپر اور تر نیچے۔

آپ نے حدیث شریف کے الفاظ پر غور کیا۔ یہ فرمایا کہ جس نے کسی انسان کے ساتھ دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی ایک فرد کے ساتھ زیادتی اور دھوکہ کو اپنی ذات گرامی کی طرف منسوب کیا اور اس سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کیا کہ جو کسی ایک مسلمان کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے وہ میرے ساتھ دھوکہ کرتا ہے۔ اجتماعیت، تنظیم، محبت و یگانگت کی اس سے

Marfat.com

بڑھ کر کوئی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔

یہاں تو (دین اسلام میں) نفع بھی اجتماعی، نقصان بھی اجتماعی، خوشیاں اور مسرتیں بھی سانجھی اور غم و اندوہ کے طوفانوں کے مقابلہ میں بھی سارے ایک۔ اگر دنیا کے کسی ایک گوشے اور کونے میں کسی مسلمان کے پاؤں میں کانٹا چبھ جایا کرتا تھا تو دور، بہت دور دوسرے کونے میں موجود مسلمان اس کی چبھن اور کسک اپنے دل میں محسوس کرتا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا ایسا ہی سہارا ہے جیسے عمارت کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا ہوتی ہے۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کر کے دکھایا۔'' (مشکوٰۃ شریف کتاب الاداب)

ذرا غور تو فرمایئے اسلام جس محبت اور شفقت کی تعلیم دیتا ہے، اس کی مثال کہیں اور مل سکتی ہے؟

گندم بھیگ جائے تو اسے سکھایا جا سکتا ہے کیونکہ اس کے بھیگنے سے اس کی حالت میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آتی۔ وہ مضر صحت نہیں بنتی، لیکن آپ نے اتنی بات بھی پسند نہیں فرمائی اور ہمارے ہاں سرخ مرچوں میں اینٹیں پیس کر ڈال دی جاتی ہیں۔ چائے کی پتی میں بھورا رنگ کر کے ملایا جاتا ہے۔ کھانڈ، دودھ، غرضیکہ کوئی شے بھی ملاوٹ سے پاک نہیں۔

غور فرمائیں اگر یہ خوراک معدے میں جائے گی تو معدہ اتنا طاقتور تو نہیں کہ لکڑ، پتھر ہضم کر سکے۔ آخر وہ جواب دے دے گا۔ اور اس سے جو خطرناک اور قاتلِ صحت بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، ان کے تصور سے ہی دل کانپ اٹھتا ہے۔ یہ ایک فرد کا نہیں پوری قوم کا معاملہ ہے۔ پوری قوم کی صحت کو داؤ پر لگایا جا رہا ہے۔ اس لیے پوری قوم کی صحت سے کھیلنے والے کتنے سنگین جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ نے اسے پوری ملت کا مسئلہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا۔''

رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث پاک ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''زَوَالُ

Marfat.com

الدُّنیَا اَھُوْنَ عِنْدَ اللّٰہِ۔" پوری دنیا کی تباہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی۔ "مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ" ایک مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری دنیا اتنی قیمتی نہیں جتنی ایک مومن کی جان اور آبرو ہے۔کیا اس سے بڑھ کر شرف انسانی کی کوئی مثال ہوسکتی ہے۔آپ اپنے سربراہانِ مملکت کو اسی پیمانے پر ناپیں کہ وہ کتنا کسی کی عزت وآبرو کی حفاظت کرتا ہے۔وہ کتنا ناموس مومن کا پاسبان ہے؟ اگر سارے مسلمان اس ارشاد نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہوں تو جو معاشرہ تشکیل ہوگا اس کا ذرا تصور فرمائیں۔

یہ ہمارے ساتھ جو جیل ہے، اس میں ہمارے بھائی ہی ہیں۔کوئی کسی کا مال چرا کر آیا ہے۔کوئی کسی کی عزت داغدار کر کے آیا ہے۔کسی کے ہاتھ اپنے ہی مسلمان بھائی کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔حالانکہ کسی کا نام غلام رسول ہے اور کسی کا محمد صدیق وغیرہ۔

ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ ہمارے گناہوں کی شامت ہے۔ہم نے کبھی اپنے آپ پر غور نہیں کیا۔ہم دوسروں پر تنقید کرتے وقت اپنے آپ کو چھوڑ جاتے ہیں۔ہمیں چاہئے کہ ہم جن امور کو ناجائز حرام اور خلاف شرع سمجھتے ہیں ان سے دستکش ہو جائیں۔

قوم افراد سے بنتی ہے۔اگر رات کو ایک شمع روشن ہو، پھر دوسری رات، پھر تیسری رات، تو وہ رات نور علیٰ نور ہو جائے گی۔شمع فروزاں ہو جائے گی اور اس سے تاریکیاں چھٹ جائیں گی۔

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا مال، مومن کی جان اور مومن کی آبرو خانہ کعبہ سے بھی برتر اور زیادہ ہے۔اس سے اندازہ لگائیں کہ کسی کا مال چرانا، کسی کی آبرو پر حملہ کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔آمین!

یکم مئی 1977ء بعد نماز فجر۔ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

''عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔''

(مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان)

رسول اکرم ﷺ کا جو ارشاد گرامی میں نے پڑھا ہے، پہلے اس کا ترجمہ سنئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ''

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے مسلمان محفوظ رہیں۔''

ایک شمع جل رہی ہو تو وہ اپنے ماحول کو نور سے منور کر دیتی ہے۔ جنگل میں پھول کھلا ہو تو وہ اپنے گرد و پیش کو معطر کر دیتا ہے۔ اور ریگستانوں میں سایہ دار درخت سفر کے تھکے ماندے اور درماندہ مسافر کو سکون و آرام اور سایہ بخشتے ہیں۔ اسی طرح محمد عربی ﷺ کے غلام سے بھی انسانیت کو نور ہدایت نصیب ہوتا ہے اور اس کے سایہ رحمت کے نیچے دنیا کو سکھ اور آرام نصیب ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے آپ کو غلامانِ محمد ﷺ کہلانے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کسی کو ہم سے سکھ اور چین نصیب نہیں ہوتا تو ہمیں اپنے دعویٰ غلامی پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔

ذرا اسلام پر ایک نظر تو فرمایئے اس کی ہر ادا میں رحمت ہی رحمت اور سلامتی ہی سلامتی ہے۔ دنیا کی ساری قوموں کے ایک دوسرے سے ملتے وقت کے کچھ اصول وضوابط ہیں۔ ہندو جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ''نمستے'' کہتے ہیں۔ انگریز ملتے ہیں تو (Good Morning) وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اسلام کا طریقہ تو سب سے نرالا ہے۔ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتا ہے تو ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہتا ہے۔ یعنی ''تم پر سلامتی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔'' ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم پر میری طرف سے سلامتی ہو۔

Marfat.com

یعنی تمہیں میری طرف سے کوئی دکھ نہیں پہنچے گا۔ میرے دل میں تیرے لیے بغض وعداوت کے انگارے نہیں محبت اور رحمت کے پھول ہیں اور جواب میں دوسرا مسلمان بھی یہی کہتا ہے۔ آنحضور ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُواالْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَ لَا یُسْلِمُہٗ وَمَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ وَمَن فَرَّجَ عَنْ مُّسلمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَۃً مِّنْ کُرُبَاتِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَومَ الْقِیٰمَۃِ(1)

''یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر زیادتی کرتا ہے اور نہ ہی اس کو بے یارومددگار چھوڑتا ہے۔ اور جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا۔ اور جو کوئی ایک مسلمان کی مصیبت دور کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت قیامت کے دن دور کرے گا۔ اور جو شخص مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔''

آپ ذرا غور فرمائیں کہ نبی رحمت ﷺ نے کس طرح ایک مسلمان کا تعلق دوسرے مسلمان سے قائم فرما دیا اور انہیں لافانی ربط میں منسلک کر دیا۔ اگر ہم اس پر عمل پیرا ہوں۔ اس فلسفہ کو سمجھیں تو دشمنی وحقارت اور نفرت کے جذبات کہیں رہ سکتے ہیں؟

نماز ہی کو لیجئے التحیات میں ایک مسلمان اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے دعا کرتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ (ہم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی) اور جب آخر میں وہ ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ'' کہہ کر دائیں رخ سلام پھیرتا ہے تو کہتا ہے کہ ''یا اللہ ان سب پر جو مجھ سے دائیں طرف ہیں سلامتی بھیج اور پھر

---

(1) مشکوٰۃ شریف، کتاب الآداب۔

Marfat.com

بائیں طرف سلام پھیرتا ہے تو کہتا ہے کہ جو مجھ سے بائیں طرف ہیں ان پر رحمت و برکت اور سلامتی نازل فرما۔ اس طرح جہاں وہ اپنے لئے سلامتی کا طلبگار ہوتا ہے وہاں اپنے بھائیوں کے لئے سلامتی مانگتا ہے۔ تو اس حدیث پاک میں بھی یہی فلسفہ پیش کیا گیا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے اور وہ امن و امان میں رہیں۔ جب ہم سب ایک دوسرے کے لئے رحمت کا پیکر بن جائیں گے تو یہ دنیا جنت کا گہوارہ بن جائے گی۔ یہاں محبت اور اخوت کے پھول کھلیں گے۔ اور اس کے گلستانوں میں عندلیبیں بہار کے نغمے گاتی سنائی دیں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے باہمی ربط و تعلق کو واضح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ۔

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے ایسا ہی سہارا ہے جیسے عمارت کی اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا ہوتی ہے۔ یہ فرما کر آپ نے ہاتھ کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کر کے دکھایا۔''(1)

ایک اور حدیث پاک میں فرمایا کہ مسلمان قوم کی مثال ایک جسم کی مانند ہے جس کے اعضاء تمام مسلمان ہیں خواہ کہیں بھی بستے ہوں۔ کسی بھی رنگ اور نسل سے تعلق رکھتے ہوں اور جس طرح جسم کا ایک عضو بے چین ہو تو سارا جسم بے چین ہو جایا کرتا ہے۔ ایسے ہی ایک فرد کی تکلیف پوری ملت اسلامیہ کو درد و کرب اور بے چینی میں مبتلا کر دیا کرتی ہے۔

مسلمانوں کے باہمی ربط اور تعلق کی اس سے بڑھ کر کوئی نظیر پیش کی جا سکتی ہے؟

دوستو! ہم اس نبی کی امت ہیں جس کے سر پر رحمتہ للعالمینی کا تاج سجایا گیا جس کی رحمت و شفقت کا بادل پوری کائنات پر جی بھر کر برسا۔ اور جس سے کائنات کا ذرہ ذرہ

1۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الآداب۔

Marfat.com

مستفیض ہوا۔اس لئے اس کے پیروکاروں کا فرض ہے کہ وہ انسانیت کے لئے مجسمہ امن و سلامتی بن جائیں۔ذرا تصور تو فرمائیں کہ ایسا مثالی معاشرہ جس میں کسی کے ہاتھ اور کسی کی زبان سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گاؤں میں، پھر شہر میں اور پھر ملک میں قائم ہو جائے۔تو وہ جگہ اور سرزمین جنت ارضی کا نمونہ نہ بن جائے گی؟ اور وہاں کے لوگ آسمان سے اترے ہوئے فرشتے معلوم نہیں ہوں گے؟ اور پھر ساری دنیا اسلام کے سایہ رحمت میں سکون حاصل نہیں کرے گی؟

یقیناً اسلام کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ جائے گا اور یہ دنیا امن وسکون کی جگہ ہوگی۔جہاں خوشی ومسرت کے نغمے گائے جائیں گے۔اسی لئے فرمایا:

"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِن لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ"

اگر ہم اس فرمانِ نبوی پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہماری ساری مشکلات ختم ہو سکتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں امن کی توفیق عطا فرمائے۔آمین:

10/اپریل 1977ء بعد نماز فجر

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۸﴾

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۲۹﴾

(البقرہ آیت 128-129)

آج میں نے پہلے پارے کی دو آیتیں پڑھی ہیں۔ ان کے بارے میں عرض کرنے کی جسارت کروں گا۔

قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی مزدور مزدوری کر لیتا ہے۔ جب کوئی خدمت گار خدمت انجام دے دیا کرتا ہے تو اس وقت خدمت لینے والا اجرت دیا کرتا ہے۔ ہمارا بھی رواج ہے کہ جب بھی کوئی فرد کام سرانجام دیتا ہے، محنت مزدوری کرتا ہے۔ کوئی خدمت انجام دے دیتا ہے تو اسے اس کی اجرت ادا کی جاتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کام مکمل کرا لیا جائے اور اجرت دینے کے وقت کوئی انکار کر دے۔ اس دور میں بھی اس چیز کو برا تصور کیا جاتا ہے کہ کام کرا کے اجرت نہ دی جائے۔ اب آپ خود تصور فرمائیں کہ خدمت لینے والا رب العالمین ہو اور خدمت سرانجام دینے والے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام ہوں تو جب خدمت کا فرض ادا ہو چکا ہوگا۔ اور انہوں نے خدا کے حضور اپنی جھولی پھیلائی ہوگی۔ دستِ دعا دراز کیا ہوگا، تو خدا نے ان کی بات مانی ہوگی یا نہیں؟

ضرور مانی ہوگی۔ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک عام آدمی تو مزدوری ادا کرے لیکن ساری کائنات کا رب مزدوری ادا نہ کرے۔ خود سوچئے جب انہوں نے طلب کا دامن پھیلایا ہو گا۔ التجائیں کی ہوں گی، تو انہیں شرفِ قبولیت بخشا گیا ہوگا یا نہیں؟

میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان مقبول بندوں نے اس وقت اپنے مولائے کریم سے کیا

Marfat.com

مانگا؟اس میں ہمارے لئے سبق ہے۔درس ہے کہ ہم بھی ایسے وقت خدا سے کیسے مانگیں اور کیا مانگیں؟

اس شہنشاہ سے اس کی شایان شان ہی مانگنا چاہئے۔اگر اس سے کوڑیاں مانگی جائیں وہ کریم دے تو دے گا۔جھولی خالی واپس تو نہیں جائے گی،لیکن ہم نے اس کی شانِ کریمی کا فائدہ نہیں اٹھایا۔اس لئے انسان مانگے تو وہ چیز کہ جب مل جائے تو دل کی ساری حسرتیں مٹ جائیں۔سارے ارمان پورے ہو جائیں۔خواہشات تشنہ نہ رہیں اور پھر کسی سے مانگنے کی حاجت نہ رہے۔

حضرت خلیل اور حضرت ذبیح علیہما السلام نے سب سے پہلی التجا کی تو یہ کہ اے اللہ تعالیٰ! یہ خدمت جو بڑی مشکل آب و ہوا میں ہم نے انجام دی ہے۔اس لُو میں محنت و مشقت سے تیرا گھر تعمیر کیا ہے۔پسینہ میں شرابور تیری اطاعت کا فریضہ انجام دیا ہے۔اب التجا یہ ہے:

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ..... کہ ہماری اس محنت کو قبول فرما لے۔کیونکہ نیکی وہ ہے جسے وہ شرفِ قبولیت بخشے۔قدم وہی ہے جو اس کی جنابِ عالی میں منظور ہو،عمل وہی ہے جو اس کی بارگاہ میں قبول ہو جائے اور اچھا کام وہی ہے جسے اس کی نگاہِ کرم انتخاب کر لے۔

بندے کا کام یہی ہے کہ جب اچھا کام کرنے کی سعادت نصیب ہو تو سراپا عجز بن کر دعا کرے کہ اے مولا کریم! مجھے اپنے دربار میں حاضری کی توفیق دینے والے! مجھے اپنے حضور سر جھکانے کی توفیق بخشنے والے۔میری یہ نیکی قبول فرما۔کیونکہ یہ نیکیاں اور سحر خیزیاں اسی وقت ہی ہیں جب تیری بارگاہ میں منظور و مقبول ہوں۔

تو سب سے پہلے عرض آپ نے یہ کی کہ ہماری اس محنت اور کاوش اور جدو جہد کو قبول فرما۔ہمیں بھی چاہئے کہ اچھے کام پر اترائیں نہیں۔گھمنڈ نہ کریں۔یہ سمجھیں کہ اس کی مہربانی اور توفیق سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔اور پھر عرض کریں کہ اسے قبول فرما۔

Marfat.com

اس آیت سے ہمیں یہ سبق لینا چاہئے کہ ہم خدا سے قبولیت کی دعا کریں اور سجدہ تشکر ادا کریں کیونکہ وہ تو ان جذبات و احساسات پر بھی مطلع ہے جو ہمارے نہاں خانہ دل میں پوشیدہ ہیں (اے ہمارے ظاہر و باطن کو جاننے والے ہم پر رحم فرما)۔

دوسری التجا کی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا .....الخ قبولیت کا وقت ہے۔ دینے والا مصروفِ جود و سخا ہے۔ مانگنے والے دامنِ طلب پھیلا رہے ہیں۔ کیا مانگتے ہیں، رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا .....الخ یا اللہ مجھے بھی اور میرے فرزند کو بھی جب تک ہم اس دنیا میں رہیں، جب تک سانس کا یہ رشتہ باقی رہے، تیرے ہر حکم کی فرمانبرداری کرتے رہیں۔ جب ایک جلیل القدر پیغمبر جس کا لقب خلیل اللہ ہے، یہ دعائیں کرتے ہیں کہ جب تک یہ سازِ حیات بج رہا ہے ہم تیری بارگاہ میں اپنی جبین سجدوں سے سجاتے رہیں۔

فرمایا ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے اور جب تک زندہ رہیں تیری فرمانبرداری میں رہیں۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ .....الخ یہ نہ ہو کہ جب تک ہم زندہ رہیں تیرے ذکر کی شمع فروزاں ہو تیری فرمانبرداری میں رہیں تیری عبادت کا دور دورہ ہو۔ تیری یاد کے چراغ روشن رہیں۔ اور جب ہم یہاں سے دارالبقاء کی طرف چلیں تو سرکشی کا دور دورہ ہو جائے۔ تاریکی کا طوفان اُمڈ آئے اور کفر و شرک کی آندھیاں چھا جائیں۔ ''نہیں'' بلکہ ہمیں ایسی اولاد عطا فرما کہ جس میں تیری فرمانبرداری کا جذبہ ہو جو تیرے ہر حکم کی تعمیل کرے اور راہِ راست پر چلنے والی ہو (ایسی اولاد سے خدا بچائے جو ہر وقت غرور و نخوت کے پندار میں مبتلا رہے) یہاں بھی درسِ حکمت ہے کہ انسان اولاد مانگے تو ایک ہی التجا کرے کہ مولا! اولاد دے مگر ایسی کہ تیری فرمانبردار ہو۔

ایک ہوا کرتی ہے خواہش اور ایک ہوتا ہے اس خواہش کی تکمیل کے تقاضے ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا امام غزالیؒ اور امام ابوحنیفہؒ ہو لیکن اس خواہش کی تکمیل کے تقاضے بھی ہیں اس لئے آپ باپ ہونے کے تقاضے پہچانیں۔ کیونکہ یہ نہیں ہوا کرتا کہ بیٹا دودھ پئے مسلمان ماں کا جس میں اس کی سحر خیزیاں شامل ہوں، اس کے کانوں میں قرآن کریم کے

Marfat.com

الفاظ رس گھولتے رہیں ہوں اور بڑا ہو کر بیٹا ڈاکو بن جائے یہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر ہو جائے تو اس میں ہماری کوتاہیاں شامل ہوتی ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ جب وہ پیدا ہو تو اس کے کانوں میں اللہ اکبر، اللہ اکبر کہو۔ تا کہ اس کے تحت الشعور میں یہ چیز رچ بس جائے کہ میں شیطان نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہوں اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا غلام ہوں۔ ہمارا فرض ہے کہ جب وہ ہوش سنبھالنے کے قابل ہو تو اسے رب کا راستہ دکھائیں۔ کیونکہ اگر ہم اسے رب کے حضور جھکنے کی عادت نہیں ڈالیں گے تو اور کون یہ فرض ادا کرے گا۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو اس سے اچھا عطیہ نہیں دے سکتا کہ اسے اچھے طریقہ سے زندگی بسر کرنا سکھا دے۔''(1)

ایک اور ارشاد گرامی میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''لَاَنْ یُّوَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ۔''

''آدمی کے لئے کسی کو خیرات میں ڈھیر سارا مال دینے سے یہ بہتر ہے کہ اپنے بیٹے کو اچھی طرح تربیت کرنے اور اس کو نیک عادتیں سکھانے میں روپیہ خرچ کرے۔'' (مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الآداب)

آپ نے دیکھا، اولاد کی تربیت اچھے طریقے سے کرنے کی کتنی بڑی فضیلت ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی ایک اور حدیث پاک کے مطابق آدمی کے مرنے کے بعد جو اعمال اس کے کام آیا کرتے ہیں، ان میں سے ایک صدقہ جاریہ اور نیک عمل کے ساتھ وہ نیک اولاد بھی ہے جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے۔

بخت والے والدین وہی ہیں جو اپنی اولاد کے لوحِ قلب پر ذکرِ الٰہی کے نشانات ثبت کر جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جب بھی ہمارا وقت آئے گا ہمیں یہاں سے رخصت ہونا ہے اور ہمارے بعد ہمارے مکانات، باغات، زمین، جائیداد یہ انہی کے نام ہو جائیں گے۔ تو اگر وہ خدا کے حضور آ کر نہیں جھکیں گے تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ لیکن اگر وہ

Marfat.com

جھکے گا تو کم از کم پانچ مرتبہ نماز تو پڑھے گا۔ اور یہ دعا کرے گا:

"رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ..... رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ .....

جب تو قبر میں ہوگا تیری اولاد خدا تعالیٰ کے درِ کرم پر دستک دے گی تو خدا تیرے درجات بلند کرے گا، تیری طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور اپنی بخشش کے دروازے کھول دے گا۔ تو چاہئے کہ ہم اپنی اولاد کو مسلمان بنا کر جائیں اور اس سلسلے میں جتنی مشکلات بھی پیش آئیں، ان سے دریغ نہ کریں۔

پھر فرمایا: "وَاَرِنَا مَنَا سِکَنَا ..... الخ" یارب العالمین ہمیں اپنی یاد کے راستے خود دکھا کر ہمیں اپنی عبادات کے طریقے خود سکھا۔ "وَتُبْ عَلَیْنَا" اور ہماری توبہ قبول فرمانا۔

توبہ کے فاعل دو ہوتے ہیں کبھی انسان اور کبھی خدا۔ اگر اس کا فاعل انسان ہو تو اس کا مفہوم تو وہی ہے جو پہلے بتایا تھا کہ توبہ اسے کہتے ہیں کہ بندہ اپنے گناہوں پر خجالت محسوس کرے۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور پھر نہ کام کرنے کا عزم مصمم کرے۔ لیکن جب فاعل اللہ ہو تو اس کا مفہوم کیا ہوا کرتا ہے؟ یہاں ہے "تُبْ" یعنی جب اللہ اپنی رحمت کی نگاہ سے بندے پر متوجہ ہوتا ہے۔ پریشان حال بندے پر نظرِ کرم کرتا ہے تو اسے توبہ کہتے ہیں (اے اللہ تعالیٰ تو ہمیں شفقت کی نگاہوں سے دیکھتا رہ۔ تو بڑا مہربانی فرمانے والا ہے تو ہمیشہ بندوں پر کرم فرمانے والا ہے)

تو یہ دعائیں تھیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھیں۔ جب توبہ کا دروازہ کھلا تھا۔ جب مزدوری کر چکے تھے۔ پہلے جو مانگا اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لئے مانگا۔ لیکن آخر میں جو دعا ہے یہ ساری مخلوق کے لئے ہے۔ کیا مانگا۔ عرض کی: "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلاً۔" میری اولاد میں سے ایک عظیم المرتبت رسول بھیجنا۔ معمولی نہیں کہ جس کا دامن رحمت وسیع نہ ہو بلکہ اتنا وسیع ہو کہ وہ زمان و مکان کی حدود سے ماوریٰ ہو۔ قیامت تک کے لیے لوگوں کے دلوں کو منور کرتا رہے۔

ایسا رسول آ کر کیا کرے۔ کشور کشائی نہیں، بلکہ وہ تیری آیتیں پڑھ کر سناتا رہے۔ یعنی

Marfat.com

شعر نہیں اور اپنی طرف سے بھی نہیں بلکہ کلام پاک بھی تیری ہو اور زبان بھی۔

سنا کر چلا نہ جائے بلکہ اس کتاب کے اسرار و معانی اور معارف اور الطاف و اسرار کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے بھی آشنا کرے۔ اور تعلیم دے تا کہ کسی انسان کو موقع نہ ملے کہ کتاب تیرے رسول ﷺ نے سنائی تو تھی مگر یہ پتہ نہ چلا کہ یہ کیسے احکامات تھے۔ اور کیا کرنا تھا۔ پڑھ کر سنائے بھی اور سمجھائے بھی۔ اور ایسا سمجھائے کہ عارف بھی سمجھے اور عامی بھی۔ لکھا پڑھا اور ان پڑھ بھی۔ غریب بھی اور امیر بھی۔ گورا بھی اور کالا بھی۔ جو بھی آئے اس دریائے رحمت میں غواصی کر کے موتیوں سے اپنا دامن مراد بھر لے۔

کیا یہی یا کوئی اور بھی فریضہ ہے؟ فرمایا: وَيُزَكِّيهِمْ ..... الخ جو ملوث ہو کر اس دربار میں آئے، اسے پاک کرے، جو صنم کدہ ہوں، وہاں تیری رحمت کا چراغ روشن کرے، نگاہ ڈالے اور آئینہ دل کو صاف اور شفاف کر دے یہ معمولی التجائیں نہیں بلکہ بہت بڑی۔ لیکن اس کے سامنے نہیں جس کا دامن جود و سخا محدود ہے۔ جس کا علم اور جس کی قدر، متناہی ہے بلکہ اس کے حضور جو اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ہے۔

یہ ہیں وہ دعائیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کیں جب درِ توبہ کھلا تھا اور جب وہ اپنا فریضہ ادا کر چکے تھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی یہ دعائیں قبول فرمائیں۔ تو جب بھی مانگو ایسی چیز مانگو کہ پھر کوئی طلب نہ رہے۔ جنت کے پانی کے بارے میں ہے کہ رسولِ پاک ﷺ جب مومن کو حوضِ کوثر سے پانی پلائیں گے تو پیاس نام کی کوئی چیز نہ رہے گی۔

خدا ہمیں بھی ان آیات پر غور و فکر کی توفیق عطا فرمائے اور وہی چیزیں مانگنے کی توفیق دے جن کے ملنے کے بعد ساری آرزوئیں ختم ہو جائیں۔ آمین!

2/مئی 1977ء بعد نمازِ فجر

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّکُوْنَ اَقْوَی النَّاسِ فَلْیَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ

حضرات!

میں نے نبی رحمت کا ارشاد گرامی آپ کے سامنے پڑھا ہے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّکُوْنَ اَقْوَی النَّاسِ فَلْیَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ۔'' جو شخص اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ہو جائے۔ کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کوئی اس کو پچھاڑ نہ سکے۔ اگر کوئی اپنے لیے یہ ارادہ رکھتا ہے تو اسے اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے اور جس کا توکل علی اللہ کامل ہو گیا تو وہ انسان وہی ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت پچھاڑ نہیں سکتی۔ یہاں تک کہ موت بھی اسے شکست نہیں دے سکتی۔ یہ مختصر الفاظ جو نبی اکرم ﷺ کی زبان اطہر سے نکلے ہیں۔ آپ ان پر غور فرمائیں گے۔ آپ کو حقیقت سمجھنے میں مدد ملے گی۔ انسان کے وسائل کتنے محدود ہیں، اس کے دوستوں کا حلقہ وسیع سہی۔ وہ بہت بڑا عالم بھی ہو، اس کے پاس دولت کی فراوانی ہو۔ ہزاروں خدام اس کی جنبش ابرو کے منتظر ہوں۔ وہ صاحب شوکت و اقتدار بھی ہو، پھر بھی کوئی مقام ایسا آتا ہے جب اسے پتہ چلتا ہے کہ میرا یہ لشکر میرا ساتھ نہیں دے سکتا۔ یہ مال و دولت کے ڈھیر مجھے مصائب سے نجات نہیں دلا سکتے۔ اور اسے اعوان و انصار کی بے کسی اور بے بسی کا عملی مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ یہ چیزیں کسی کام کی نہیں۔ جب یہ مقام آتا ہے کہ ظاہری قوتیں ساتھ چھوڑ دیں تو اس وقت ایک ایسی ذات بھی ہے جس کا نام ''اللہ'' ہے۔ جو ہر طاقت پر غالب ہے۔ اس کے سامنے کسی فرعون کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوا کرتی۔ کسی شداد کی شوکت و جبروت کا چراغ نہیں جل سکتا۔ اس سے بڑا زور آور دنیا میں کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور مقبول بندوں کو جو طاقت دے کر بھیجا تھا وہ یہی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ بے سروسامان ہونے کے باوجود پہاڑوں سے ٹکرا گئے۔ دریاؤں میں کود گئے اور فرعون کے سامنے سینہ سپر

Marfat.com

ہو گئے۔ پھر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمیشہ انہی کا پلڑا بھاری رہا۔

جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر مصر سے ہجرت کر کے بحرِ احمر کے کنارے پہنچے۔ فرعون کو پتہ چلا کہ موسیٰ اور اس کی قوم جس سے ہم بیگار لیتے تھے، جو ہمارے خدام تھے، نوکر تھے۔ اور اگر اب یہ چلے گئے تو نوکر اور خدام کہاں سے آئیں گے تو وہ لشکر لے کر آپ کے تعاقب میں نکلا۔ ''فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ'' (الشعراء:61)

آپ اپنی قوم کے ساتھ بحرِ احمر کے کنارے پہنچے اور جب وہ اتنا قریب پہنچ گئے کہ فرعون نے بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور بنی اسرائیل نے فرعون اور اس کے لشکر کو دیکھ لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی پریشان ہو گئے کہ ہم پکڑے گئے۔ ہم تو گھر میں بڑے آرام سے تھے۔ آپ ہمیں دھکیل کر موت کے منہ میں لے آئے۔ آگے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکرِ جرار۔ حضرت موسیٰ بھی دیکھ رہے تھے کہ سمندر کی لہریں بہا کر لے جا سکتی ہیں اور فرعون کا لشکر بھی بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ محاصرہ تنگ ہے۔ آپ نے اس مشکل کا کیا حل کیا؟ گرتے ہوئے حوصلوں کو کیسے تسلی دی۔ زبان سے یہی نکلا: ''قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ'' (الشعراء:62)

''فرعون مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔'' میں اکیلا نہیں۔ آپ کو مکمل اطمینان تھا۔ آپ جانتے تھے کہ خدا اپنے بندوں کو یونہی نہیں چھوڑ دیتا بلکہ ایسے وقت میں اس کی رحمت گھٹائیں باندھ کر آتی ہے۔ اس کی نصرت اپنے بندوں کا استقبال کیا کرتی ہے۔ چنانچہ آپ نے آگے بڑھ کر دریا میں اپنا عصا مبارک مارا۔

ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا رک گیا۔ اس کی سر پھوڑتی ہوئی لہریں خاموش ہو گئیں۔ خوفناک منظر کا نام و نشان تک نہ رہا۔ عصا مارنے کی دیر تھی کہ دریا میں خود بخود راستہ بن گیا۔ دونوں طرف کا پانی جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت بخیر و عافیت پار نکل گئے اور فرعون کا لشکر انہی نیل کی موجوں میں غرق ہو گیا۔

تو جب بندہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو نارِ نمرود گلزارِ خلیل بن جایا کرتی ہے۔ سمندر کی

Marfat.com

لہریں خود بخود رستہ دے دیا کرتی ہیں۔ اللہ پر توکل ہی مومن کا سب سے بڑا اسلحہ ہوتا ہے اور یہی آسرا ہوا کرتا ہے۔

جب حالات ناخوشگوار ہوا کرتے ہیں۔ جب ہر طرف حسرت و یاس کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اس وقت ان کا اعتماد ہوتا ہے کہ یہ قوت کسی کام نہیں آئے گی۔ یہ لشکر کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتا۔ لیکن جس رب العزت پر بھروسہ ہے اس کے نزدیک تو یہ تکلیف بڑی نہیں ہے۔

اسی لیے فرمایا کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ دنیا میں طاقتور ہو اس کی ہمت کو کوئی شکست نہ دے سکے۔ اس کے بڑھتے ہوئے قدم کوئی نہ روک سکے۔ تو خدا پر بھروسہ رکھے۔ پھر یہ مشکل کے بادل چھٹ جائیں گے اور یہ مطلع صاف ہو جائے گا۔

لیکن توکل کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں اور جو کر سکتے ہیں وہ بھی نہ کریں۔ بلکہ فرمایا: "لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔" جتنے تمہارے وسائل ہیں جتنی تمہاری قوت ہے وہ تم صرف کرو۔ جتنی کمی ہے وہ ہم پوری کر دیں گے۔ تو اگر ہم چادر تان کر سو جائیں اور کہیں کہ خدا پر توکل ہے تو یہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا توکل تو ہو سکتا ہے لیکن غلامانِ محمد ﷺ کا توکل نہیں ہو سکتا۔ موسیٰ کی قوم کے افراد جنہیں کہا گیا تھا کہ آؤ جنگ کریں لیکن انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تمہارا خدا جا کر جنگ کرو۔ جب علاقہ فتح ہو جائے گا تو ہم آ جائیں گے۔ مکانات تعمیر کریں گے۔ مدرسے اور مسجدیں بنالیں گے۔ یہ بات بنی اسرائیل کو تو زیب دیتی تھی مگر محمد عربی ﷺ کے غلاموں کو زیب نہیں دیتی، بلکہ سر دینا ان کا کام ہے۔

17 / رمضان المبارک 2ھ کو جب آنحضور ﷺ نے یہ اعلان فرمایا کہ دشمن کا ایک لشکر جرار جو جنگی ساز و سامان سے لیس ہو کر اور جن کے پاس تلواریں ہیں، زرہیں ہیں گھوڑے ہیں اور افرادی قوت ہے۔ اسلام کو نیست و نابود کر دینے کے ناپاک عزائم کے ساتھ حملہ آور ہونے کے لیے بڑھتا آ رہا ہے۔ تو اے میرے غلامو! اے میرے جاں نثار

Marfat.com

صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تمہارا کیا خیال ہے؟ تو غلامان محمد ﷺ نے یہ نہیں کہا تھا کہ تو اور تیرا خدا جا کر جنگ کرو ہم آ کر مالِ غنیمت سمیٹ لیں گے۔ بلکہ عرض کیا: اے ہمارے آقا ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے جو قوم موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا۔ بلکہ آپ کے ایک ادنیٰ اشارے پر ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ ہم خود کٹ جائیں گے لیکن آپ کو خراش نہیں آنے دیں گے۔ جہاں آپ کے بال کو تکلیف پہنچنے کا گمان ہوگا۔ وہاں ہم گردنیں پیش کر دیں گے اور پھر بدر کے میدان میں آسمان والوں نے دیکھا، زمین والوں نے مشاہدہ کیا، جنت والوں نے نظارہ کیا اور فردوس کی حوروں نے بھی عرش والوں نے بھی دیکھا اور فرش والوں نے بھی کہ محمد ﷺ کے غلام پیٹ پر پتھر باندھ کر دشمن سے ٹکرا گئے تھے اور انہوں نے دشمن کو نیست و نابود کر دیا تھا۔

وہ کون سا جذبہ تھا اور کون سی طاقت تھی جس نے انہیں ایسا کرنے پر اکسایا تھا؟ یہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور محمد ﷺ سے عشق تھا جس نے انہیں ہر چیز سے بے نیاز کر دیا تھا۔

تو جب اسلام پر نازک وقت آئے اس وقت سر دینا مسلمان کا کام ہے۔ جتنے وسائل ہیں، جتنی قوت ہے ان کو فراہم کرنا ہمارا کام ہے۔ اور کامیابی سے ہمکنار کرنا خداوند کریم کا کام ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ ناز قوت و شوکت اور تدبیر پر نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہو تو اللہ تعالیٰ خود مدد فرمائے گا۔ "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ" (سورہ محمد: 7) اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں باطل کے مقابلہ میں کامیابی عطا کرے گا۔

آپ جو یہ قید و بند کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ اپنی پکی ہوئی گندم کھیتوں میں چھوڑ کر آئے ہیں۔ بال بچے گھروں میں ہیں۔ کیونکہ آپ یہ سوچتے ہیں کہ اگر آج ہم نے قربانی نہ دی تو شاید اسلام کی صبح نہ ہو سکے۔ ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ہمارا وزن ہاتھی جتنا ہے یا چیونٹی جتنا، بلکہ جتنا بھی ہے۔ ہمیں سارا وزن اسلام کے پلڑے میں ڈال دینا

Marfat.com

چاہئے۔ انشاء اللہ مولائے کریم خود مدد فرمائے گا۔ ارشاد خداوندی ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو تمہیں کامیابی سے ہمکنار ہم کریں گے۔ آپ روز جو کچھ سنتے ہیں ایسے نشیب و فراز راستہ میں آتے ہیں۔ آپ نیتوں کے خلوص کو سامنے رکھیں۔ حوصلہ بلند رکھیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ۔"

تو فرمایا: مَنْ اَرَادَ ..... جو یہ چاہتا ہے کہ اسے کبھی نہ پچھاڑا جا سکے، وہ اپنے رب پر توکل کرے۔ جتنا اس سے ہو سکے۔ اس میں کاہلی اور سستی نہ کرے۔ پھر نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران فرمائے گا۔ انشاء اللہ

5/مئی 1977ء بعد نماز فجر

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ (آل عمران:19)

آج میں آپ کے سامنے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے جو کچھ تخلیق کیا ہے اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک وہ جن پر ہمارا اختیار نہیں اور دوسرے وہ جن میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی حکمت سے کچھ اختیار دیا ہے۔ پہلی قسم میں ہماری پیدائش، موت اور شکل وصورت وغیرہ ہیں۔ ہمیں اپنی پیدائش پر کوئی اختیار نہیں۔ اسی طرح موت ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم وقت مقررہ سے پہلے مر جائیں یا ہم اگر نہ مرنا چاہیں تو نہ مریں۔ یا جس جگہ ہماری مرضی ہو اسی جگہ ہماری موت آئے۔ ایسے ہی ہماری شکل وصورت ہے، وہ ہمارا قد چھوٹا بنا دے یا بڑا، رنگ گندمی بنا دے یا کالا سیاہ، ہمارے نقش دلفریب بھی ہو سکتے ہیں اور بھدے بھی۔ لیکن ہمیں انہی کے ساتھ گزارا کرنا ہوگا، جیسے ہمارا رب بنائے گا۔ ہم اس سلسلہ میں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ دوسرے وہ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہمیں کچھ اختیار دیا ہے۔ جیسے بینائی دی اور دیکھنے میں اختیار دے دیا۔ چاہیں تو ہم اس سے وہ چیزیں دیکھیں جن سے خدا نے ہمیں منع فرما دیا ہے اور چاہیں تو اس سے وہ چیزیں دیکھیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ ہم اگر چاہیں تو اس سے سینما، ٹیلی ویژن دیکھتے رہیں، گندے اور فحش ناول پڑھتے رہیں۔ اور اگر چاہیں تو قرآن مجید کی تلاوت کر کے اپنے رب کریم کو راضی کر لیں۔ یہ ہمیں اختیار دیا گیا ہے کہ ہم چاہیں تو ان چیزوں کو دیکھیں جن سے ہمارا خالق خوش ہوتا ہے اور اگر چاہیں تو وہ طریقہ اختیار کریں جس سے ہمارا مولائے کریم ناراض ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ہاتھ ہیں، ہم چاہیں تو کسی غریب پر ظلم کرتے پھریں۔ اور چاہیں تو ان سے کسی مظلوم کی مدد کریں۔ چاہیں تو ان سے حلال روزی کما کر اپنی دنیا اور آخرت سنوار لیں۔ اور اگر پسند کریں تو حرام کما کر اپنی دنیا اور آخرت کی بربادی کا سامان کر لیں۔ پاؤں دیئے اور ہمیں اختیار دے دیا کہ چاہو تو جدھر

Marfat.com

میری رضا ہے چل کر جاؤ، مسجد میں جاؤ نیک مجلس میں جاؤ اور اگر پسند کرو تو برے ٹھکانوں اور مجلس بد میں چلے جاؤ۔ اور اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے پھرو۔

تو ان امور میں جن میں ہمیں کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہم بالکل بے بس ہیں اور اگر کچھ چاہیں تو بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن ان باتوں میں جن میں ہمیں اختیار دیا گیا ہے۔ اس اختیار کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضا پر قربان کر دینا اسلام ہے۔

یعنی ہماری آنکھ وہی دیکھے جس کے دیکھنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ہمارے پاؤں ادھر ہی حرکت کریں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے اور ہمارے ہاتھ وہی کچھ کریں جس میں مولائے کریم کی رضا ہے۔ ہماری زبان سے وہی کلمات نکلیں جو اس کی خوشنودی کا باعث ہوں۔ اور جس سے اس کی رضا حاصل ہو۔ یہ اسلام ہے۔ اسلام ایک مومن کے دل و دماغ اور نگاہ میں جو عظیم انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کا واقعہ سناتا ہوں۔

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی تھے، وہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک روز خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے اور میں وہاں تھا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ آج موقع ہے جو کام مکہ کے بڑے بڑے لوگ نہیں کر سکے، آج میں کر دیتا ہوں۔ جب رسول اکرم ﷺ پشت میری طرف کریں گے تو میں آپ کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دوں گا۔ میں نے ابھی سوچا ہی تھا کہ آپ نے فرمایا: ''تعال یا فضالة'' اے فضالہ ادھر آؤ۔ فضالہ قریب آئے۔ فرمایا کیا کر رہے ہو۔ فضالہ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ عبادت میں مصروف تھا۔ طواف کر رہا تھا۔ تو دل کی پہنائیوں میں چھپے ہوئے رازوں کو جاننے والے محبوب نے، کائنات کی قسمت بدلنے والے آقا نے فرمایا: فضالہ بڑی مدت دور رہے ہو میرے قریب آؤ، میں قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا، مجھ پر حقیقت عیاں ہو گئی۔ میرے سینے کی کدورتیں چھٹ گئیں۔ دل کی دنیا بدل گئی۔ میں قدموں میں گر پڑا اور بے ساختہ پڑھا:

Marfat.com

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اس کے بعد میں اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اس راستہ میں میری محبوبہ کا گھر تھا۔ جب میں اس کے گھر کے قریب پہنچا تو وہ حسب معمول میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ میں نے توجہ نہ دی اور اپنی نگاہیں جھکا لیں۔ اس نے سمجھا شاید میں ناز و نخرہ کر رہا ہوں۔ اور سوچا جب قریب آئے گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔ میرا حسن دیکھ کر بے تاب ہو جائے گا۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ لیکن آنکھ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھا۔ وہ حیران تھی کہ آج مجھے کیا ہو گیا ہے۔ آخر اس نے مجھے آواز دی کہ فضالہ میں نے کیا غلطی کی ہے۔ مجھ سے کیا جرم سرزد ہوا ہے کہ آج تو میری طرف نظر التفات نہیں کر رہا اور اس طرح بے پرواہی سے گزر رہا ہے۔ جیسے ہم دونوں میں کبھی راہ و رسم تھی ہی نہیں۔

فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے آنکھیں نیچی کئے ہوئے ہی جواب دیا۔ پہلے میں تیرا غلام تھا اور آج سے محمد عربی ﷺ کا غلام ہوں پہلے تیری زلف کا اسیر تھا اور آج سے گیسوئے مصطفیٰ کا اسیر ہوں پہلے میری زندگی کفر و طغیان کی زندگی تھی مگر آج جس محمد مصطفیٰ ﷺ کا میں نے کلمہ پڑھ لیا ہے وہ مجھے ان باتوں سے منع کرتا ہے۔ اس لئے میں ایسا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے کوئی توجہ نہ دی اور دھیان دیئے بغیر وہاں سے گذر گیا۔

اسلام مسلمانوں کی زندگی میں جو عظیم انقلاب پیدا کرتا ہے، وہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، وہی فضالہ تھے جو چند لمحے پیشتر اس محبوبہ پر جان چھڑکتے تھے۔ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کا اثر تھا کہ چند لمحے بعد اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ آپ کی ایک نگاہ فیض اثر نے حضرت فضالہ کو گمراہی کی وادی سے نکال کر نورِ ہدایت کی وادت میں پہنچا دیا۔ گناہوں کی دلدل سے نکال کر رضائے الٰہی سے آشنا کر دیا۔

حضرت فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے جو بینائی عطا فرمائی تھی۔ آپ اس سے اپنی محبوبہ کی طرف دیکھ سکتے تھے۔ لیکن آپ نے اس اختیار کو خدا تعالیٰ کی رضا پر قربان کر دیا اور اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ یہی اسلام ہے اور یہی اسلام کا پیغام کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا ہو

Marfat.com

جائے۔اپنی ساری خواہشات سے دستبردار ہو جائے۔ جھکے تو اسی کے سامنے اور اگر دامنِ طلب پھیلائے تو اسی کریم کے حضور!

انسان کو در در پر دھکے کھانے کی بجائے ہر چیز اللہ تعالیٰ سے طلب کرنی چاہئے۔ جب آپ کو مانگنا ہی ہے تو اس سے مانگو، جس کے دربار سے کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹتا۔ کوئی آرزو تشنہ تکمیل نہیں رہتی۔

حضرت رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''میرا خدا بڑا ہی شرموں والا ہے۔ اور حیاء والا ہے۔ اسے حیاء آتی ہے کہ اس کا گناہگار بندہ اس کے حضور میں ہاتھ اٹھائے۔ اور پھر وہ خالی ہاتھ واپس آئے۔''

لیکن ایک بات ہمیشہ ذہن میں رکھیے کہ خدا سے مانگو تو ایسی چیز مانگو کہ اس کے بعد کسی اور کی طلب نہ رہے۔ ساری امنگیں ساری آرزوئیں ختم ہو جائیں اور ناتمام تمنائیں تشنہ نہ رہیں۔ تو میں بیان کر رہا تھا کہ اسلام نام ہی اس چیز کا ہے کہ جن امور میں خدا تعالیٰ نے ہمیں کچھ اختیارات اپنی حکمت سے عطا فرمائے ہیں۔ ہم خدا اور رسول ﷺ کی رضا کے لیے اپنے ان اختیارات سے دستبردار ہو جائیں۔ اگر ہم نے یہ کر لیا تو صحیح معنوں میں مسلمان بن گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں قدم قدم پر ہمارا استقبال کرنے کے لئے بے قرار ہوں گی۔

خدا تعالیٰ ہمیں سچا اور پکا مسلمان بنائے۔ آمین

4-4-1977ء بعد نمازِ فجر

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی ۙ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ
لِلۡیُسۡرٰی ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۸﴾ وَ کَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۹﴾
فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡعُسۡرٰی ؕ﴿۱۰﴾ (الیل:5-10)

آج جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ عطا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے آسان چیزیں آسان فرما دیتا ہے اور جو لوگ بخل کرتے ہیں خدا تعالیٰ ان کے لئے مشکلات پر عمل کرنا آسان فرما دیتا ہے۔ اس آیت کا مفہوم شاید میں پوری طرح آپ کو نہ سمجھا سکوں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے جو میں کہنا چاہوں وہ صحیح طور پر ادا نہ ہو سکے۔ لیکن اپنے علم کے مطابق میں کوشش کروں گا۔

پہلے جملہ میں ''اَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی'' کہ جو لوگ عطا کرتے ہیں۔ کیا عطا کرتے ہیں؟ اس کی تفصیل اس آیت میں بیان نہیں کی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ان کے پاس موجود ہوتا ہے، خدا تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیتے ہیں۔ اپنا مال، اپنی جان، سب کچھ اللہ کی راہ میں ضرورت پڑنے پر قربان کر دیتے ہیں۔

تو جو لوگ ایسا کرتے ہیں، خدا تعالیٰ ان کے لئے ''آسانیاں'' آسان فرما دیتا ہے اور جو بخل کرتے ہیں، مشکل چیزیں ان کے لئے آسان ہو جاتی ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا فرماتا ہے۔ تو گویا انسان کی فطرت نیک ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ ماحول ہے جو اسے کبھی فطرت کے مطابق اور کبھی فطرت کے خلاف ڈھال دیتا ہے۔ اور انسان نیک یا بد بن جاتا ہے۔

تو پتہ یہ چلا کہ آسان چیزوں سے مراد وہ امور ہیں جو فطرت انسانی کے مطابق ہوں یعنی نیکیاں۔ اور مشکلات سے مراد وہ امور ہیں جو فطرت انسانی کے خلاف ہوں۔

رسول اکرم ﷺ کے ارشادات جو قرآن مجید کی حقیقی تفسیر ہیں، آپ ﷺ

Marfat.com

فرماتے ہیں:

''عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''مَا مِنْکُمْ مِنْ أَحَدٍ'' کوئی تم میں سے ایسا نہیں۔ ''اِلَّا وَقَدْ کُتِبَ مَقْعَدُہٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ'' کہ جس کے ٹھکانے کے بارے میں لکھا نہ گیا ہو کہ وہ جہنم میں جائے گا یا جنت کی پر بہار وادیوں میں۔ اس کا ٹھکانا اچھا ہوگا یا برا۔ ''قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتَابِنَا وَ نَدَعُ الْعَمَلَ۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم لکھے ہوئے پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں اور عمل کرنا چھوڑ نہ دیں۔ ''قَالَ اِعْمَلُوْا'' فرمایا عمل کرو۔ فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ مِمَّا خُلِقَ لَہٗ لَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ السَّعَادَۃِ فَیُسِیْرُ لِلْعَمَلِ السَّعَادَۃِ'' عمل کرو کیونکہ ہر شخص کے لئے انہی امور کو آسان کر دیا جاتا ہے جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ جو شخص نیک بخت ہوگا اس کے لئے نیک بختی کا عمل آسان کر دیا جائے گا۔ ''وَاَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الشَّقَاوَۃِ فَلْیُیَسِّرُ لِعَمِلِ الشَّقَاوَۃِ۔'' الخ اور جو شخص بد بخت ہوگا، اس کے واسطے بدبختی کا عمل آسان کر دیا جائے گا۔'' (مشکوٰۃ شریف) کتاب الایمان

اس حدیث مبارکہ نے آیت مقدسہ کی تشریح فرما دی۔ اب آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جانی اور مالی قربانی کرتے ہیں، خدا تعالیٰ انہیں نیکیوں میں مزید ترقی کی توفیق عطا فرمایا کرتا ہے اور نیک امور پر عمل ان کے لئے آسان فرما دیا کرتا ہے۔ اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اور برائی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں ان کے آئینہ دل پر گناہوں کا غبار تہہ در تہہ جمتا رہتا ہے۔ ان کا دل زنگ آلود ہو جایا کرتا ہے اور وہ برائی پر عمل کرنے میں آسانی محسوس کرتے ہیں۔ اور انہیں اس میں قطعاً کوئی جھجک یا گرانی محسوس نہیں ہوتی۔

مثلاً شراب حرام ہے وہ آدمی جو نیک ہے، اس کے لیے شراب پینا انتہائی مشکل ہے۔ کیونکہ برائی کرنا اس کے لیے مشکل ہو جایا کرتا ہے۔ اس لیے کہ برائی فطرت انسانی کے

Marfat.com

خلاف ہوتی ہے۔ لیکن ایک برا آدمی اسے پینے سے دریغ نہیں کرتا کیونکہ خلافِ فطرت امور (مشکل امور) پر عمل کرنا اس کے لیے آسان ہو جایا کرتا ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کے راستہ پر خرچ کرنا چاہئے۔ اور اس سلسلہ میں بخل سے کام نہیں لینا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ یہ نہیں کہ ہم ہزاروں لاکھوں کے حساب سے خرچ کریں بلکہ اگر آپ کے پاس ایک روپیہ ہے تو آپ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے شرم محسوس نہ کریں۔ کیونکہ وہ تو ذات گرامی ہے جو دلوں کے بھید بھی جانتا ہے۔ چھپے ہوئے راز بھی وہ جانتا ہے کہ میرا یہ بندہ کس نیت سے خرچ کر رہا ہے۔ وہاں کثرت وقلت کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ حسن نیت اور خلوص کو دیکھا جاتا ہے۔ جتنا نیت میں خلوص ہوگا اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔ لیکن اگر نیت میں نام ونمود ہوگا۔ کوئی دنیاوی لالچ ہوگا تو لاکھوں کے ڈھیر بھی رائیگاں جائیں گے۔

ایک جنگ کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ جو کچھ آپ قربان کر سکتے ہیں کریں۔ کہ فوج کے لیے اسلحہ اور دیگر ساز وسامان کی اشد ضرورت ہے۔ صحابہ کرام اُٹھے اور حسبِ توفیق سامان لا کر بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر کر دیا۔ ایک صحابی جب گھر گئے تو معلوم ہوا کہ آج گھر میں کوئی چیز نہیں ہے۔ عشق نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ خالی ہاتھ دربار رسالت میں جائیں۔ انہوں نے ایک یہودی سے جا کر سودا کیا۔ ساری رات مشکیزوں سے اس یہودی کا باغ سیراب کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو دو سیر کھجوریں معاوضہ میں ملیں۔ ایک سیر اپنے بال بچوں کو دیں اور ایک سیر کھجوریں لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کے قدموں میں رکھ دیں۔ رحمتہ للعالمین نے اپنے جاں نثار غلام کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور حکم دیا، مال وزر کے جو ڈھیر پڑے ہوئے ہیں، ہر ڈھیر پر یہ دو دو، تین تین کھجوریں رکھ دی جائیں۔ ہو سکتا ہے ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ سب کی قربانی منظور ومقبول فرما دے۔

تو یہ ہے حسن نیت اور خلوص۔ ہمارا واسطہ اس لجپال سے ہے جو تعداد کو نہیں، دلوں کی

Marfat.com

نیت کو دیکھتا ہے اور اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ تو اگر ہم خلوص سے خدا تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ نیک کاموں میں ہماری مدد فرمائیں گے۔ اور ہمارا دل نیکی کی طرف مائل ہوتا جائے گا۔ لیکن اگر ہم بخل سے کام لیں گے اور اپنی فطرت کے خلاف برائیوں میں پھنستے چلے جائیں گے تو ہمارا آئینہ دل دنیا کی آلائشوں سے غبار آلود ہوتا جائے گا اور ہم بڑی بے باکی سے برائی کرتے رہیں گے اور اس میں ہمیں ہرگز شرم و حجاب محسوس نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو نور ایمان سے منور کرے۔ آمین!

17/ اپریل 1977ء بعد نماز فجر

ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ﴿۶۹﴾ (النساء 69)

حضرات گرامی قدر!

انسان کی پسند پر موقوف ہے جس کو چاہے دوست بنائے لیکن آپ حیران ہوں گے کہ اگر انسان کو پوری آزادی دی جائے تو یہ کن پستیوں میں جا گرتا ہے۔ کوئی تاش والے کو دوست بناتا ہے۔ کوئی جواری سے اپنی محبت کا رشتہ مستحکم کرتا ہے کوئی بدمعاشوں کی سنگت کو پسند کرتا ہے تو کوئی چوروں اور ڈاکوؤں کی ہمراہی اختیار کر لیتا ہے۔

تو یہ چیز ہے کہ اگر اسی کی پسند پر موقوف ہو جائے تو اس کی ہمت کبھی اس کو اس مقام عالیہ تک نہیں پہنچا سکے گی جو اس کا اصلی مقام ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت آگے بڑھ کر خود اس کی دستگیری فرماتی ہے اور اس کو اپنی آغوشِ شفقت و راحت میں لے لیا کرتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یہودن عورت آئی۔ اس نے عرض کی اے ام المومنین! کئی دن ہو گئے ہیں کچھ کھانے کے لیے میسر نہیں ہوا۔ سیدہ عائشہ نے کاشانہ نبوت میں نگاہ کی تو آپ کو کھجور کا ایک دانہ ملا۔ آپ نے وہ دانہ اس عورت کو دیا۔ اس عورت نے کھجور کے دو حصے کئے۔ آدھا ٹکڑا ایک بچے کو دیا، آدھا دوسرے کو اور خود بھوکی رہی۔ جب ام المومنین نے یہ حالت دیکھی کہ عورت کو خود بھی بھوک لگی ہوئی تھی۔ یہ خود بھی بے حال تھی۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اس کو بہت سخت بھوک ہے۔ اس نے اس طرح نہیں کیا کہ آدھی خود کھا لیتی اور آدھی ان دونوں کو دے دیتی۔ بلکہ تمام کھجوران کو کھلا دی۔ چنانچہ اسی طرح مجسمہ حیرت بن کر حضور ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا کہ ماں کو کس طرح اولاد سے محبت ہوتی ہے کہ اس نے خود بھوکا رہنا گوارا کیا اور کھجور بچوں کو کھلا دی تو حضور

Marfat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا، " واقعی تمہیں تعجب تو ہوا ہوگا لیکن جتنی محبت ماں کو اولاد کے ساتھ ہوتی ہے اس سے کروڑ گنا محبت اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ ہوتی ہے۔"

تو جس طرح چھوٹا بچہ چلنے لگتا ہے تو وہ پھسلتا ہے لڑھکتا ہے۔ ماں اس کو اٹھاتی ہے، دلاسا دیتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی رحمت بھی اپنے رب کے راستہ پر چلنے والے کی دستگیری کرتی ہے۔ اور جب بھی شیطان اس کو پھسلاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت آگے بڑھ کر اس کو تھام لیا کرتی ہے۔ شاہراہِ حیات پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب تو شیطان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے جو دستگیری کرتی ہے۔

اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر ہے ایک وہ انعام و رحمت جس سے وہ بندوں کو سرفراز کرتا ہے۔ اور ایک وہ راستہ جو ہم میں انعام کا استحقاق پیدا کرتا ہے۔ منزل بھی بتادی اور منزل تک پہنچنے کا راستہ بھی بتادیا۔ اس تک پہنچنے کا طریق بھی واضح کردیا۔ اگر اب اس منزل تک پہنچنے کی کسی کو خواہش ہو تو رب تعالیٰ نے ہماری رہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ تو اس آیت پاک میں ایک مقام رفیع بتایا۔ اور پھر اس تک پہنچنے کا طریقہ بھی۔ اور اس حقیقت کو واضح کردیا کہ آؤ اگر خوشنودی کی خواہش ہے تو وہ منزل ہے اس کو دوڑ کر پالو۔

پہلے انعام کا ذکر کیا اور پھر انعام حاصل کرنے کا طریقہ بیان فرمادیا۔ اور پھر فرمایا کہ ہم جن پر راضی ہوتے ہیں تو ان کی محبت اور ان کا قلبی تعلق اس گروہ میں سے کسی کے ساتھ کردیتے ہیں۔ یا نبی کے ساتھ یا صدیق کے ساتھ یا شہید کے ساتھ یا صالحین کے ساتھ، لیکن آپ یہ کہیں گے کہ یہ کون سی بڑی بات ہے، سنگت ہوتی تو کسی امیر کے ساتھ ہوتی کسی وزیر کے ساتھ ہوتی جہاں مال و دولت کے ڈھیر ہوتے۔ یہ کیا سنگت ہے کہ نبی ہے جس کے گھر میں ایک کھجور کے بغیر کچھ نہیں ملتا ہے۔ صدیق ہے جس کے گھر کپڑے ٹاٹ کے بنے ہوئے ہیں اور وہ شہید ہے جس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ کبھی اس کو نیزہ لگتا ہے کبھی اس کی گردن دشمن کی شمشیر سے کٹ جاتی ہے۔ اور صالح وہ ہے جس کی رات جاگتے گذر جاتی ہے اور دن روزے کی حالت میں بھوکے بسر ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

تو آپ یہ کہیں گے کہ اس میں کون سی کشش ہے۔ اور یہ کیا سنگت ہے۔ لیکن یہ ہمارا اپنا تصور ہے۔ اگر ہم اس کو ان نگاہوں سے دیکھیں جو حقائق کو دیکھتی ہیں تو پھر معلوم ہوگا کہ اس کا کیا فائدہ ہے۔

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی زندگی جن آزمائشوں سے گزری اس کا تذکرہ آپ بارہا سن چکے ہیں کہ کس طرح بھائیوں نے آپ کو کنوئیں میں لٹکا کر اوپر سے رسی کاٹ دی تھی۔ کس طرح قافلے والے آپ کو نکال کر لے گئے تھے۔ کس طرح آپ کو مصر لے جا کر بیچا گیا۔ کس طرح وہ زلیخا کے محل میں پہنچے اور کس طرح انہوں نے کئی سال قید خانہ میں گزارے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصر کا بادشاہ بنا دیا۔ اور اس کے خزانے آپ کے تصرف میں دے دیئے۔ اب مصر کا فرمانروا وہ تھا، جس نے چند سال قید خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں گزار دیئے تھے۔ اب وہی یوسف ہے جس کو بھائیوں نے کنوئیں میں لٹکا کر اوپر سے رسی کاٹ دی تھی۔ وہی یوسف ہے جس کو مصر کے بازار میں بیچا گیا تھا۔ وہی یوسف ہے جس کے متعلق مصر کے بازار میں منادی کرائی گئی تھی کہ اس نے اپنی مالکہ کے ساتھ فریب کیا ہے۔ لیکن اب وہی یوسف ہے کہ اس کی پاکدامنی کا اعتراف ملامت گر عورتوں نے بھی کیا ہے۔ وہ تمام تکلیفیں ختم ہوگئیں۔ وہ ساری کلفتیں دور ہوگئیں۔ سارے ارمان مٹ گئے۔ لیکن اس عروج پر پہنچنے کے بعد بھی جو آرزو اور دعا کرتے ہیں وہ حکومت کے لیے نہیں۔ جاہ و حشمت کے لیے نہیں بلکہ دست طلب دراز کر کے مانگتے ہیں۔ دامن طلب پھیلا کر عرض کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اَنْتَ وَلِیّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ تو ہی میرا دوست ہے۔ تو ہی میرا معاون ہے۔ تو ہی میرا کارساز ہے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ مجھ پر فضل و کرم کی عنایت کرنے والا تو ہے۔ تیری مہربانی کا میں مشکور ہوں اور تعریف کرنے کے بعد التجا کی۔ بھیک مانگی، تو کیا؟ کہ تاج و تخت سے دل کو اطمینان حاصل نہیں۔ بلکہ یہ آرزو ہے: تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا۔ کہ جب

Marfat.com

اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر جاؤں۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا پیارا نبی کیا مانگتا ہے؟ کہ یا اللہ جب میں اس دنیا سے رخصت ہونے لگوں تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اعتراف کرتا ہوا اور اسلام کی دولت سے اپنے دامن کو لبریز کرتا ہوا جاؤں۔ اور ایمان کے چراغ سے میرا دل روشن ہو۔ پھر فرمایا وَاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ اور یا اللہ میری سنگت قیامت کے دن نیک ہستیوں کے ساتھ ہو۔ جب لوگ اپنے اپنے دوستوں کے ساتھ اٹھائے جائیں تو میرا حشر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ ہو۔ تو یہ نیکوں کی سنگت کا وہ انعام ہے جس کی التجا پیغمبر نے منتہائے مقصود تک پہنچنے کے بعد بھی کی۔

اس انعام کے پانے کی ہمت ہر ایک میں نہیں، بلکہ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے تو وہ جب حشر کے دن اٹھے گا تو، سراسیم و حیران نہیں ہوگا، بلکہ حضور کے جھنڈے کے نیچے اسے جگہ دی جائے گی اور جس نے حضور ﷺ کی محبت کا دم بھرتے ہوئے اپنی زندگی بسر کی تو قیامت کے دن اس کا سر ہوگا اور کملی والے کے جھنڈے کا سایہ ہوگا۔ لیکن یہ انعام سونے والوں کو نہیں ملتا۔ غافلوں کو نہیں ملتا۔ یہ ان لوگوں کے لیے نہیں جو کہنے میں تو مسلمان ہیں، لیکن عمل کے میدان میں صفر ہیں۔ ان کا لقمہ بھی حرام ہے اور لوگوں کے مال پر ڈاکہ بھی ڈالتے ہیں۔ چوری بھی کرتے ہیں، غیبت بھی کرتے ہیں۔ تو آپ خود بھی اندازہ کیجئے کہ ایسے لوگ کس طرح انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ بلکہ یہ راستہ پر خطر ہے۔ اگر آپ یہ چاہیں کہ پھولوں سے بھی اپنے دامن کو بھر لیں اور کانٹے بھی نہ لگیں تو ''ایں خیال است و محال است و جنوں۔'' اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہو اور شیطان کی پیروی بھی کرو تو اس سے بڑھ کر خود فریبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں نفس کی خواہشات کو کچلنا پڑے گا۔ اور خدا اور رسول کی غلامی کو پیش نظر رکھنا پڑے گا۔ اور جس نے یہ کر لیا، قیامت کے دن جب لوگ نفسی نفسی پکاریں گے اور سورج کی تمازت میں وہ پسینہ میں شرابور

Marfat.com

ہوں گے۔اس دن اس کے سر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن ہوگی۔

حقیت کے متلاشی ان لوگوں کی طرح نہیں ہوتے جو میدان عمل میں مفلس ہوا کرتے ہیں۔ یا عمل کے میدان میں شکست کھا جاتے ہیں بلکہ وہ فتوحات کے میدان میں چھپ کر نہیں رہتے اور مال دینے کا وقت آئے تو تن کے کپڑے بھی اتار کر دے دیتے ہیں۔ ہجرت کا وقت آئے تو مال و اولاد اور جاگیر میں سے کوئی چیز بھی ان کے دامن کو نہیں کھینچ سکتی۔ تو فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے اسے اس کے پاک لوگوں کی سنگت نصیب ہوتی ہے اور پھر فرمایا: "وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقاً۔" اور جن کو یہ سنگت نصیب ہو جائے ان سے بڑھ کر اور ان سے بہتر کسی کا دوست نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ فرمایا۔

"اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ" (الزخرف 67)

تو جب قیامت کا دن ہوگا تو جتنے رفقاء ہوں گے ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ لیکن وہ جن کا تعلق اللہ کے محبوب بندوں کے ساتھ ہوگا، ان کی دوستی اس وقت بھی قائم رہے گی، جب دنیا کے تمام رشتے ختم ہو جائیں گے۔ تو ان ہی اللہ کے متقی بندوں کے ساتھ دوستی میں ہماری نجات ہے اور یہ ہی بہترین دوست ہیں۔ "وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقاً۔"

پیر مرید کو اس لیے پیار کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ پر اس کے بتانے کے مطابق چلتا رہے گا۔ تو فرمایا مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کہ جو شخص رب تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے تو ہم اس کی سنگت اس کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔ یعنی انبیاء کے ساتھ، صدیقین کے ساتھ، شہداء کے ساتھ اور صالحین کے ساتھ۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک دن حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں۔ چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ رنگت زرد پڑ رہی ہے۔ پریشانی کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ اے ثوبان آج رنگت کیوں زرد پڑی ہوئی ہے۔؟ کیوں پریشان ہو کوئی تکلیف ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اور تو کوئی دکھ نہیں۔ صرف ایک چیز کے احساس نے زندگی کو تلخ بنا دیا

Marfat.com

ہے کہ دل کا جو تعلق حضور ﷺ کے ساتھ ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہر وقت حضور ﷺ کی زیارت کرتا رہوں اور اپنے دل کی دنیا کا سامان کرتا رہوں اور جب حضور ﷺ کی خدمت سے غائب ہوں تو پھر حضور ﷺ کا رخ انور دیکھنے کے لیے دل بیقرار ہو جاتا ہے پھر دوڑتا ہوا آ جاتا ہوں اور اب میرا یہ احساس مجھ کو ستاتا ہے جب تک زندگی ہے اس وقت تک تو میں حضور ﷺ کا رُخ انور تو دیکھ لیا کروں گا لیکن جب قیامت ہو گی تو اگر مجھے جنت میں کوئی جگہ مل بھی گئی تو بھی حضور ﷺ کا مقام بہت اونچا ہو گا اور معلوم نہیں کہ جنت میں میں کہاں ہوں گا تو جس جنت میں حضور کی زیارت نہ ہوتی ہو تو اس جنت سے جہنم ہی بہتر ہے بس صرف یہی احساس ہے جو مجھ کو گھائل کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے غلام کی بات سنی تو خاموش ہو گئے۔ اسی اثناء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ مژدہ لے کر حاضر ہوتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ یہ بتا دو کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہیں اور جن کے دل میں تیرا عشق ہے۔ جو تیرے دیدار کے طالب ہیں، ان کو قیامت کے دن بھی ہجر کے بار نہیں اٹھانے پڑیں گے اور یہ حضور ﷺ کی نوازش ہے کہ تم اپنے دل میں چراغِ محبت روشن کرو تو محبت کا یہ مقام تمہیں حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دے گا۔ تو یہ ثوبان رضی اللہ عنہ کے لیے ہی مژدۂ جانفزا نہیں تھا۔ بلکہ تمام کے لیے ہے۔ اور فرمایا کہ حضور ﷺ کے وصال سے لطف اندوز ہونے کے لیے یہ مقام بلند ہے جس کی نشاندہی کر دی گئی ہے اس لیے ہمیں بھی اس مقام رفیع تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آخر ہم کب تک نفس کی خواہشات پر چلتے رہیں گے۔

خدا تعالیٰ نے جو ہمیں مہلت دی ہوئی ہے تو اس لیے کہ کب ہم ہوش میں آتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ کب محبت پیدا کرتے ہیں؟ زندگی تو ایک مٹی کے پیالے کی مانند ہے کہ کبھی ٹھوکر لگی اور یہ ٹوٹ گیا۔ اور معلوم نہیں کہ کس وقت حکم آ جائے اور سانس کا آنا جانا بند ہو جائے۔ لیکن جبکہ ابھی یہ اعلان ہو رہا ہے اور جب تک زندگی کا یہ چراغ ٹمٹما رہا ہے تو ہم کیوں نہ آج ہی نفس سے اپنی باگ کو کھینچ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاتھ

Marfat.com

میں دے دیں اور وہ کام کریں جو اس کی رضا کا باعث ہو زندگی کا یہی موڑ ہے جو حضور ﷺ کے غلاموں کو حاصل ہوا انہوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو فریب نہیں دیا۔ بلکہ انہوں نے جو عہد و پیمان باندھا اس کو پورا کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی تو اس لیے ہم بھی سوچیں کہ جب آپس میں وعدہ کرتے ہیں اور اس کو نظر انداز کر کے ہم قابل ملامت ہوتے ہیں تو بھلا اگر ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو ایفا نہ کریں تو کیا ہم اس کی رحمت کے قابل ہیں؟ ہرگز نہیں! تو یہی وقت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اپنا لیں۔ اس کی اطاعت کریں۔ اس کے احکامات کے سامنے سر نیاز خم کر دیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مالا مال ہونے کی کوئی امید ہو سکتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اس کی سنگت ہم ان لوگوں کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ انبیاء کے ساتھ، صدیقین کے ساتھ یا شہداء یا صالحین کے ساتھ۔ ''وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقاً۔''

اور سب سے بہترین اور پائیدار دوستی انہی کی ہے تو اس لیے جب ہم دنیا کی سنگت کے لیے مالی اور جانی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں تو جو وعدہ رب کے ساتھ ہے اس کا بھی پاس کریں تا کہ وہ ہم کو اس مقام عالی تک پہنچائے جس کی صلاحیت ہماری فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ۙ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ

(آل عمران:169-170)

حضرات!

قدرت کا یہ اٹل قانون اور قاعدہ ہے کہ زندگی ان کو ہی بخشی جاتی ہے۔ حیات جاوداں ان ہی کو مرحمت فرمائی جاتی ہے جو بڑی خندہ پیشانی سے دعوت اجل کو قبول کرتے ہیں جو راہ حق میں مر جانا ہی اپنے لیے باعث سعادت خیال کرتے ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ جب فصل کاشت کرنے کا موسم آتا ہے۔ گندم بونے کا وقت آتا ہے تو اس کے لیے کیا کیا جاتا ہے۔ کاشت کرنے کے لیے گندم کی ایک مناسب مقدار زمین کی تہہ میں پوشیدہ کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد زمین سے کونپلیں نکلتی ہیں۔ پودا بنتا ہے۔ ان پر نئے نئے خوشے لگتے ہیں اور پھر ان میں دانے بنتے ہیں۔ اب غور کریں کہ اگر کوئی کسان گندم بونے کے وقت یہ خیال کرے کہ یہ دانے جو اب میرے پاس موجود ہیں، ان کو میں جان بوجھ کر خاک میں کیوں ملا دوں۔ زیر زمین کیوں دبا دوں۔ معلوم نہیں فصل ہوگی یا نہیں۔ موسم کے حالات مساعدت کریں یا نہ کریں۔ تو جب دوسرے لوگ سینکڑوں من غلہ گھر لائیں گے تو کیا اس فلسفی کو بھی کوئی چیز ملے گی؟ جو اس وقت عقل مند بنا تھا اور اس وقت اپنے منطقی استدلال سے چند من اناج بچا لیا تھا۔ ''ہرگز نہیں۔'' تو وہ لوگ جنہوں نے گندم کی کچھ مناسب مقدار تہہ میں پوشیدہ کر دی تھی۔ ان کے انجام کو بھی دیکھیں اور اس وقت عارضی بچت کرنے والے فلسفی کے انجام کو بھی نگاہ میں رکھیں کہ کون گھاٹے میں رہا اور کون نفع میں۔ دائمی نقصان کس نے کیا اور منافع کا سودا کس نے؟

اسی طرح جیسے کچھ لوگ آج اس تحریک میں اس لیے شامل ہونے سے گریزاں ہیں کہ

Marfat.com

پتہ نہیں یہ تحریک کامیاب ہوگی یا نہیں۔ حالات مساعدت کریں گے یا نہیں! ایسے فلسفیوں کا انجام وہی ہوگا جو اس کسان کا ہوا کرتا ہے، جو خطرات کے خوف سے یا فرضی ناکامی کے احساس سے فصل کاشت کرنے سے گریزاں رہتا ہے اور فتح و کامرانی، عزت و شہرت انہی کے مقدر میں ہوا کرتی ہے جو ہر چیز سے بے نیاز ہو کر دیوانہ وار خدا کے راستہ میں قربان ہو جایا کرتے ہیں۔ حیات جاودانی انہی کو عطا کی جاتی ہے جو اپنے سر خاک میں ملا دیتے ہیں۔ وہ قوم جو ذلت کی زندگی بسر کرنے پر قانع ہو جاتی ہے، اس کا نام و نشان بھی صفحہ ہستی سے مٹ جایا کرتا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ حیات ابدی اسی قوم کو مرحمت کی جاتی ہے جو مرنے مارنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ جن کا لگاؤ عزت کی زندگی سے ہوتا ہے۔ جو گیدڑ کی سو سالہ زندگی پر شیر کی ایک دن کی زندگی کو ترجیح دیتی ہیں۔ جو بے خطر نار نمرود میں کود جایا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ نظام عالم جس پر ساری کائنات کی فلاح کا دارومدار ہے اس کو اس بات کی ضرورت تھی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرایا جاتا۔ اس کو ضرورت تھی کہ گلشن نبوت کی تازہ کلیوں کو مسل کرایا جاتا۔ اس کو ضرورت تھی کہ حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوں اور مقدس خون کے قطروں سے زمین لالہ زار بنے۔ کیونکہ تب ہی تو اسلام تمام حوادثات سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ یہی وہ قاعدہ ہے جس کو محمد مصطفیٰ ﷺ نے وضاحت سے کر دکھایا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ کیونکہ یہ اصل قانون ہے کہ جب تک چراغ نہ بجھائے جائیں افق پر سورج طلوع نہیں ہوا کرتا۔ ہمارا خون بہے گا تب ہی اسلام میں بہار آئے گی، تب ہی اس کے غنچے مہکیں گے۔ اور ان کی خوشبوئیں عالم انسانیت کو بیدار کریں گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کبریٰ کو اپنی کلام پاک میں واضح فرمایا:

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا"

کہ اے زندگی اور موت کو دماغ کے پیمانے اور معیار پر ماپنے والو! اے زندگی کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے والو! تمہارے یہ تمام معیار، تمہارے یہ تمام پیمانے غلط ہیں۔ آؤ ہم تم کو

Marfat.com

بتائیں کہ زندہ کون ہے اور مرنے والا کون ہے۔ زندہ وہ نہیں جو سانس لیتا ہے۔ جو کھاتا پیتا ہے۔ زندہ وہ نہیں جس کو زندگی کی تمام آسائشیں مہیا کی جاتی ہیں۔ بلکہ زندہ وہ ہوتا ہے جو اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیتا ہے جو زخموں سے گھائل ہو کر اپنے محبوب حجازی ﷺ کے قدموں میں پہنچ کر فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ (رب کعبہ کی قسم میں زندگی کی بازی جیت گیا) کا نعرہ مستانہ بلند کر کے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دیا کرتا ہے۔ ارے زندہ وہ ہے جو زخموں سے تڑپ رہا ہو اور پھر بھی یہ کہے:۔

وہ مزا دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے دل میں
میرے دونوں پہلوؤں میں دل بے قرار ہوتا

کیا تم یہ سوچتے ہو کہ جب تک آنکھیں جھپکتی رہیں، اندام و اعضاء حرکت کرتے رہیں، قدم اُٹھتے رہیں، اس وقت تک وہ زندہ انسان ہے۔ ''نہیں نہیں۔ زندہ وہی ہوتا ہے جو عظمت اسلام پر اپنا سر کٹا دیتا ہے۔ اور جو دین محمدی ﷺ کی ناموس پر اپنے چہرہ کو خون آلود کر کے خالق حقیقی سے جا ملتا ہے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

وَلَا تَحْسَبَنَّ کہ گمان بھی مت کرو، جنگِ اُحد کے بعد جب ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو جاتے ہیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جام شہادت نوش فرما جاتے ہیں تو ہندہ نے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شکم مبارک کو شق کیا۔ کلیجہ و دل باہر نکالا، آنکھیں نکال دیں، کان کاٹ دیئے۔ جب یہ سارے کام کر بیٹھی تو فرطِ غیظ سے اس نے اس دل کو نگلنا چاہا جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشقِ مصطفیٰ کا چراغ روشن تھا، لیکن وہ نگل نہ سکی۔ جب مسلمان واپس آئے تو کہنے لگے فلاں بھی مر گیا اور فلاں بھی تو اللہ تعالیٰ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ جن پروانوں نے شمع اسلام پر اپنی حیات کو قربان کر دیا اس کو مردہ کہا جائے۔ تو زبان ایزدی گویا ہوئی۔ وہ زبان جس کی گونج تحت الثریٰ سے عرش تک یکساں ہے اور جس میں

Marfat.com

شک وشبہ کی گنجائش نہیں اس زبان نے فرمایا:

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا" کہ تمہاری زبان یہ کہنے کی جسارت تو کہاں کرے بلکہ تمہارے دل میں بھی یہ خیال نہ آنا چاہئے کہ وہ مردہ ہیں۔ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس۔ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ اور جو اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم کی بارش ان پر کی ہے اس سے خوشی منا رہے ہیں۔ اور ان کی عنایت بے پایاں خوش ہیں اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کی ہیں اس سے خوشی منا رہے ہیں۔ اس پر شاداں ہیں۔

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

(اقبالؒ)

یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور یہی وہ سبق ہے جو رحمت دو عالم ﷺ نے صحابہ کرام کے لوح قلب پر اتنا واضح لکھ دیا کہ انہیں کبھی بھی اس میں تردد و شک نہ گزرا بلکہ وہ تو دامنِ طلب پھیلا کر دعائیں کرتے تھے کہ جب اس دنیا سے رخصت ہوں تو خونِ شہادت سے چہرہ سرخ ہو اور اسی طرح تیرے حضور میں حاضر ہوں۔

عبداللہ ابنِ جحش رضی اللہ عنہ احد کے میدان میں اپنے ایک ساتھی کو لے کر گئے اور کہا کہ تم نے حضور ﷺ کا ارشاد سنا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو دعا بھی میدان جہاد میں کی جاتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت بخش دیا کرتا ہے اس لیے اب قبولیت کا وقت آ گیا ہے۔ پہلے صحابی نے التجا کی، دستِ طلب پھیلایا کہ جب کفر و باطل اپنی ساری قوتیں لے کر حق کے سامنے آئے تو یا اللہ مجھ کو بڑے بڑے گبر کافروں کو تہہ تیغ کرنے کی ہمت و جرات عطا فرما اور اس کے بعد خیر و عافیت سے واپس جاؤں۔ عبداللہ ابن جحش نے "آمین" فرمائی۔ پھر عبداللہ نے دعا مانگی:

یا اللہ! جب حق و باطل کی جنگ ہو تو میں دشمنوں کے ہلے میں ثابت قدم رہوں۔ اور کئی

Marfat.com

دشمنوں کو قتل کروں۔ اور جب میں مارنے کی حسرت پوری کر چکوں تو میں بھی شہید ہو جاؤں۔ اس پر بھی عاشق کا دل اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ کافر مجھے شہید کرنے کے بعد میرا ناک بھی کاٹ دیں، آنکھیں بھی نکال دیں اور کان بھی الگ کر دیں۔ پیٹ بھی چاک کر دیں اور پھر اسی حالت میں مجھے سپرد خاک کیا جائے تا کہ جب قیامت کا دن ہو اور آدم علیہ السلام سے لے کر تمام رسل علیہم السلام صحابہ عظام اولیائے کرام اور علمائے کرام کا جمگھٹا ہوگا اور تیری مخلوق جواب دہی کے لیے لرزاں ہوگی۔ ہر سو سکتہ کا عالم طاری ہوگا۔ بزمِ محشر برپا ہوگا اور تو مجھ سے پوچھے گا: ''یَا عَبْدَاللّٰہ فِیْمَا قُطِعَ اَنْفُکَ وَفِیْمَا قُلِعَ عَیْنُکَ وَفِیْمَا جُدِعَ اُذُنُکَ۔'' کہ اے عبداللہ تجھ سے کون سی خطا سرزد ہوئی تھی جس میں تیرا ناک اور کان کاٹ دیئے گئے اور تیری آنکھیں نکال دی گئیں تو اس وقت میں جواب دوں گا: ''فِیْکَ وَ فِیْ رَسُوْلِکَ'' کہ اے اللہ میں نے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔ میرا کوئی جرم نہیں تھا بلکہ یہ میرا حال اس لیے کہ گیا کہ میرے دل میں تیری اور تیرے رسول کی محبت کی شمع فروزاں تھی۔ عشق کا چراغ روشن تھا۔

دردی نہ کردہ ایم وکسے را نہ کشتہ ایم
جرم ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

(اقبالؒ)

آپ یہ التجا کرتے ہیں۔ دوسرا ساتھی آمین کہتا ہے۔ اور اس کے بعد لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہر آدمی کو یہ حوصلہ نہیں ہو سکتا، ہر آدمی سلامت رہنا چاہتا ہے۔ بلکہ یہ التجا آقا علیہ السلام کے وہی غلام کرتے ہیں جن کے سامنے زندگی کی پوری حقیقت پوری تابانی کے ساتھ روشن ہو چکی ہوتی ہے۔ وہی شہادت کا سوال کرتے ہیں۔ اور انہی کے دل میں یہ جوان امنگیں اور جذبے اُٹھتے رہتے ہیں۔ چنانچہ میدان جنگ میں وہ کام کرتے رہے اور جس طرح دعا کی تھی، اسی طرح ان کو عزت سے نوازا گیا اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اور ان کا مثلہ کیا گیا۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ قیامت کا دن جب ہوگا تو حضور

Marfat.com

ﷺ کا عاشق صادق اس بہتے ہوئے خون کے ساتھ پیش ہوگا۔ اور اس کیفیت کا اندازہ آپ خود ہی لگا سکتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا جلال، رحمت میں تبدیل ہو جائے گا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدند
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

کیا بہترین رسم ہے کہ رب تعالیٰ کی رضا میں جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرا دیئے جائیں اور ان کو بطور تحفہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔

یہی سبق تھا جو شہید کربلا نے میدان کربلا میں فرات کے کنارے ساری معصوم کلیوں کو مسل کروا کے پیش کیا تھا۔ اور یہی وہ سبق تھا جس کو محمود غزنوی نے سومنات پر پیش کیا تھا۔ اور یہی وہ سبق تھا جس کے ساتھ صلاح الدین ایوبی نے پورے یورپ کا منہ توڑ جواب دیا تھا۔ اور یہی وہ سبق تھا جو کھیم کرن اور سیالکوٹ کے محاذ پر پیش کیا گیا۔ اور یہی وہ محبت کی چنگاری ہے جو محمد عربی ﷺ کے طفیل ہمارے اعمال کی سراسیمگی کے باوجود تابندہ و درخشندہ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آج ہمارے اعمال روح کے اعضاء و قوی کو زنجیروں میں جکڑ دیں اور کوئی پہچان بھی نہ سکے۔ بلکہ ہماری بیداری ہوا و ہوس سے ابدی چھٹکارا ہو۔ اور ہمارا یہ شوق فراواں سے فراواں رہے اور یہ فزوں سے فزوں تر رہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سر کٹاتے ہیں، زندہ ہیں۔ اور جس کو خدا زندہ رکھے کس کی زبان کو زیب دیتا ہے کہ وہ اس کو مردہ کہے۔ آؤ تاریخ میں نگاہ ڈالیں۔

مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضور ﷺ کے غلام عمرو بن جموح پاؤں سے لنگڑے تھے۔ وہ بدر کے میدان میں حاضر نہیں ہو سکے تھے اور ان کو اس کا بڑا ملال تھا۔ چنانچہ احد کے میدان میں شوق شہادت سے بے تاب ہو کر جنگ میں شامل ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ کے پاس چند کھجوریں تھیں۔ حضور ﷺ سے عرض کرنے لگے اگر میں مارا جاؤں تو مجھ کو کیا ملے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرے اس دنیا سے رخصت ہونے کی

Marfat.com

دیر ہے، جنت کے دروازے تیرے لیے کھول دیئے جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت تجھے آغوش میں لے لے گی۔ اور رب تعالیٰ کی ابدی نعمتیں تیری چشم براہ ہوں گی۔ تو وہ عرض کرنے لگے۔ اگر یہ ثواب ہے تو پھر میری بڑی کم فہمی اور قرینِ مصلحت کے خلاف ہے کہ اتنی بھی تاخیر کی جائے کہ کھجوریں کھا کر جنگ کروں۔

چنانچہ وہاں ہی میدان میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ احد کے میدان میں ان کا مزار ہے۔ 71ھ میں وہاں سے پانی کی موجیں گریں اور مٹی الگ ہوگئی اور جسدِ اطہر ظاہر ہوگیا۔ تو خبر کی گئی، آپ کو جام شہادت نوش کیے 68 سال ہو گئے تھے۔ لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں زخم ہے وہاں ہاتھ رکھا ہوا تھا اور کفن بھی ابھی تک بوسیدہ نہیں ہوا تھا۔ اور لاش مبارک پر کوئی موت وغیرہ کا نشان تک نہیں ہے۔ اور جب ہاتھ زخم سے اٹھایا تو خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ اور جب ہاتھ چھوڑا گیا تو پھر وہ زخم کے دہانے پر جا لگا اور خون بند ہوگیا۔ اور اللہ پاک نے یہ دکھایا کہ جو میرے لیے جام شہادت نوش کریں وہ زندہ ہیں۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو میری راہ میں جان دے دیتے ہیں وہ زندہ ہیں۔ اسی صدی کا واقعہ ہے کہ دریائے دجلہ کے کنارے پر عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کا مزار تھا۔ دریا نے مٹی گرانی شروع کی۔ عبدالحق جو وہاں موجود تھے، لکھتے ہیں کہ دریائے دجلہ اس قبر مبارک کے قریب آ گیا تو حکومت عراق نے سوچا کہ کہیں نعش مبارک کی بے حرمتی نہ ہو تو انہوں نے یہ تجویز کی کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے جوارِ اقدس میں ایک نئی قبر کھودیں تا کہ ان کو دفن کر دیا جائے۔ وہ بغداد کا شہر جو کہ عراق کا دارالخلافہ تھا اور جہاں ساری دنیا کے سفیر موجود تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ آج نعش مبارک کو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں دفن کرنا ہے تو انہوں نے بھی یہ چاہا کہ دیکھیں تو سہی کہ خدا تعالیٰ نے جو فرمایا ہے جو میری راہ میں جان قربان کرتا ہے وہ زندہ ہے۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے تو سفیر جن میں عیسائی بھی تھے اور یہودی تھے۔ کفار بھی تھے اور مسلمان بھی، سب جمع تھے۔ تقریباً دس ہزار کا جمگھٹا تھا۔ سید الطاف حسین نے فرمایا کہ میں نے جسد اطہ

Marfat.com

کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اس قبر میں دو لاشیں تھیں۔ ایک کی داڑھی سفید تھی اور ایک کی سیاہ تھی اور ان کے کفن تک بھی ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کہیں آ کر سوئے ہیں۔ یہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ ان کو چودہ سو سال گزر رہے ہیں۔ تو فرمایا: وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا۔ کہ جو میری راہ میں قربان ہو جائیں ان کو مردہ گمان بھی مت کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ یہ کسی راوی کا قول نہیں، کسی محدث کا قول نہیں بلکہ یہ تو احکم الحاکمین کا فرمان ہے کہ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ اور رب تعالیٰ نے ان پر نوازشات فرمائی ہیں۔ اور جو اللہ پاک نے فضل کی بارش کی ہے اس سے وہ پھولے نہیں سماتے۔ تو یہ ہے شہداء کی اخروی زندگی کی جھلک۔

آیئے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور عہد کریں کہ ہم مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے اپنی زندگیاں بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔ جنت کی بہاریں خدا اور رسول کی رضا انہی کا مقدر ہوا کرتا ہے جو خنجر قاتل کو ہلال عید سمجھ لیا کرتے ہیں۔ جو خدا اور رسول کی رضا کے لیے مٹ جانا ہی باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی جذبہ اور دین پر مر مٹنے کی تڑپ نصیب کرے۔ آمین!

Marfat.com

الروض الانف

مولف: ابوالقاسم ابن عبداللہ الخثعمی السہیلی

(۴ جلد)

زیر اہتمام: ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

الروض الانف، سیرت ابن ہشام کی شرح ہے جسے علامہ، فقیہ، محدث، ابوالقاسم ابن عبداللہ الخثعمی السہیلی نے لکھا ہے انہوں نے اس شرح میں ان مقامات کی وضاحت کی جو تشریح طلب تھے۔ مشکل الفاظ کا مفہوم واضح کیا۔ بعض مقامات پر الفاظ کا حرفی و نحوی تجزیہ کیا۔ اگر کسی نسب میں کسی دوسرے مؤرخ کا قول تھا سے بیان کیا اور اگر کوئی واقعہ تشنہ تکمیل تھا تو اس کی پوری تفصیل کے ساتھ وضاحت کی۔

اگر تصنیف ابن اسحٰق کی ہو، ابن ہشام نے اس میں ترمیمات اور اضافے کئے ہوں اور امام سہیلی نے اس کی تشریح اور تفصیل لکھی ہو تو اس کتاب کی افادیت اور ثقاہت کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔ اگرچہ سیرت ابن ہشام کے بعض تراجم مارکیٹ میں موجود ہیں لیکن انہیں اس کتاب کی تلخیص کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ بہت سے مشکل مقامات سے مترجم حضرات نے صرف پہلو تہی ہی نہیں کی بلکہ بعض اہم مقامات سے کنارہ کشی بھی اختیار کی ہے۔ ادارہ ضیاء المصنفین نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے شاہین صفت فضلاء کو ترجمہ کی ذمہ داری سونپی۔ انہوں نے سیرت ابن ہشام اور اس کی شرح الروض الانف کا ترجمہ بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے کیا ہے۔ مشکل مقامات سے چشم پوشی کرنے کی بجائے انہیں اپنی خداداد صلاحیتوں سے حل کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے ترجمہ کو آسان، سادہ بامحاورہ اور سلیس بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

عنقریب شائع ہو رہی ہے

Marfat.com

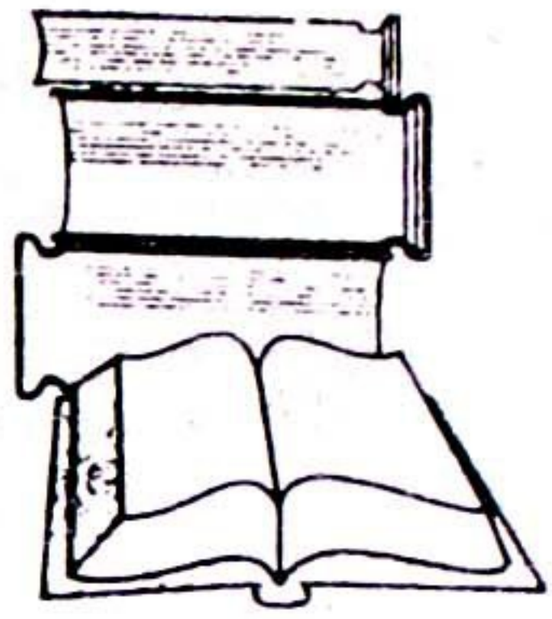

اهل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش

آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سیّد سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

۲ جلدیں

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی

یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن
۵ جلد

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب ضیاء النبی
۷ جلد

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

سنت خیر الانام

فتنہ انکار سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب

مقالات
۲ جلد

مختلف علمی روحانی اور معاشی
موضوعات پر خاص مقالات
کا مجموعہ

قصیدہ اطیب النغم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

فون:
- گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479
  فیکس 7238010
- ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 7225085-7247350
- ۱۴۔ انفال سنٹر اردو بازار کراچی 2210212-2212011
  2630411

Marfat.com

Marfat.com

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی
یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن (۵ جلد)
فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن
قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

ضیاء النبی (۷ جلد)
سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

سنت خیر الانام
فتنہ انکار سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب

مقالات (۲ جلد)
مختلف علمی، روحانی اور معاشی
موضوعات پر جامع مقالات
کا مجموعہ

قصیدہ اطیب النغم
خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف
مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ، لاہور 7221953-7220479 فیکس 7238010
۹۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور 7225085-7247350
۱۴۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی 2210212-2212011 2630411

Marfat.com